

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

# انتظار کا صحیح مفہوم

مصنف

آیة اللہ محمد مریدی آصفی مدظلہ العالی

مترجم

مولانا سید کمیل اصغر زیدی

Presented By: <https://jafrilibrary.com>

فہرست

حرف اول

مقدمہ انتظار اور حرکت کا باہمی رابطہ

مسئلہ انتظار کی وضاحت

انتظار لا مذہب مکاتب فکر کی روشنی میں

انتظار کے بارے میں ما قبل اسلام موجود ادیان کا نظریہ

انتظار اہل سنت کی نظر میں

احادیث انتظار، شیعہ امامیہ کی نظر میں

انتظار کی قسمیں

تبدیلی کے اسباب

انتظار جد و جد مسلسل یا تعطل؟

ظہور میں تاخیر کی وجہ؟

پہلا نظریہ

دوسرا نظریہ

پہلے نظریہ کا تجزیہ

افاقی انقلاب میں سنت الہی اور غیبی امداد کا کردار

روایات میں ظہور کی راہ ہموار کرنے والی جماعت کا تذکرہ

۱. مشرق میں ظہور کی راہ ہموار کرنے والی جماعت

۲. خراسان میں راہ ہموار کرنے والے

۳. ”قم“ اور ”رے“ میں زمین ہموار کرنے والے

۴. یمن میں زمین ہموار کرنے والے

راہ ہموار کرنے والوں کے خصوصیات

۱. سبسہ بلائی ہوئی جماعت

۲. چیلنج بننے والی جماعت

۳. عالمی رد عمل

تبیاری کی منصوبہ بندی

پہلا حصہ

دوسرا حصہ

روایات میں انصار کا تذکرہ

طالقان کے جوان مرد

امام کے اصحاب جوان ہوں گے

امام کے انصار کی تعداد

امام کے انصار کے صفات

۱. ایسے خزانے جن کے اندر نہ سونا ہوگا نہ چاندی

۲. طاقت و قوت

۳. شعور اور بصیرت

۴. عزم محکم

۵. قوت و طاقت

۶. موت کی آرزو اور شوق شہادت

۷. متوازن شخصیت

۸. رہبان باللیل لیوٹ بالنہار

- [دو مرحلے یا دو جماعتیں](#)  
[انتظار کے دوران ہماری ذمہ داریاں](#)  
[۱\) شعور اور بیداری](#)  
[۲\) امید و رزق](#)  
[۳\) استقامت](#)  
[۴\) حرکت](#)  
[۵\) ظہور امام کے لئے دعا](#)  
[شکوہ و دعا](#)  
[معقول انتظار](#)  
[مفہوم انتظار کی تصحیح](#)  
[منتظر کون، ہم یا امام؟](#)  
[انتظار کی قدر و قیمت](#)  
[حرکت اور انتظار کا رابطہ](#)  
[تحریکی عمل](#)  
[تحریکی عمل کا تاوان](#)  
[تحریک ایک فریضہ](#)  
[انسانی کمزوری](#)  
[تباہی سے محفوظ رہنے کے طریقے](#)  
[۱. صبر اور نماز سے استعانت](#)  
[۲. اولاد](#)  
[۳. تاریخی میراث](#)  
[۴. انتظار اور آرزو](#)  
[منابع و مأخذ](#)

آیة اللہ محمد مہدی آصفی مدظلہ العالی

ترجمہ: مولانا سید کمیل اصغر زیدی

حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہو تا ہے تو کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیض یاب ہو تی ہے حتیٰ ننھے ننھے پودے اس کی کر نوں سے سبزی حاصل کر تے ہیں غنچے اور کلیان رنگ و نکھار پیدا کر لے تی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ و راہ اجالوں سے پر نور ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت و قابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔ اسلام کے مبلغ و مؤسس سرو رکائناتگار حرا سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی ایک دنیا کو چشمہ حق و حقیقت سے سیراب کر دیا، آپ کے تمام الہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل، فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقاء بشریت کی ضرورت تھا۔ اس لئے تینیس برس کے مختصر سے عرصے میں ہی اسلام کی عالم تاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمران ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی اقدار کے سامنے ماند پڑ

گئیں، وہ تہذیبی اصنام صرف جو دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ ولولہ اور شعور نہ رکھتے ہوں تو مذاہب عقل و آگاہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھو دیتے ہیں یہی وجہ ہے ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کر لیا۔

اگر چہ رسول اسلام کی یہ گراں بہا میراث کو جس کی اہلیت اور ان کے پیروؤں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور نا قدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہو کر اپنی عمومی افادیت کو عام کر نے سے مرحوم کر دی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہلیت نے اپنا چشمہ فیض جاری رکھا، چودہ سو سال کے عرصہ میں بہت سے ایسے جلیل القدر علما و دانشور دنیاہ اسلام کو پیش کئے جنہوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے ہر دور اور زمانہ میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے۔

خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہلیت کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کیلئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامران زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہے۔ یہ زمانہ علمی و فکری مقابلہ کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔

مجمع جہانی اہلیت علیہم السلام (عالمی اہلیت کونسل) نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہلیت عصمت و طہارت کے پیروؤں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھا یا ہے کہ اس نورانی تحریک میں بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے۔

موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے، زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے ہمیں یقین ہے، عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہلیت عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علم بر دار خاندان نبوت و رسالت کی جاوداں میراث، اپنے صحیح خد و خال میں دنیا تک پہنچا دی جائے تو اخلاق و انسانیت کی دشمن، انسانیت کی شکار، سامراجی خونخواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو، امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے۔

ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کیلئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمت گار تصور کرتے ہیں۔ زیر نظر کتاب، مکتب اہلیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے آیہ اللہ محمد مہدی آصفی مدظلہ العالی کی گراں قدر کتاب الانتظار الموحجہ کو فاضل جلیل مولاناسید کمیل اصغر زیدی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم ان تمام حضرات کے شکر گزار اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں۔ اس منزل میں ہم اپنے ان تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھا ئی ہے خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکر ام

مدیر امور ثقافت: مجمع جہانی اہلیت علیہم السلام

انتظار کا صحیح مفہوم

مقدمہ

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے زمین کی اس وراثت کے منتظر ہیں جس کا وعدہ خدا نے اپنے بندوں سے اس آیہ کریمہ میں کیا ہے: > وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ < (۱) ”اور ہم نے زبور کے بعد ذکر میں بھی لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے۔“

اسی کے مانند رسول اللہ نے ان سے یہ وعدہ فرمایا ہے: ”أبشركم بالمهدى يبعث في امتي على اختلاف من الناس وزلازل فيملا الارض قسطاً وعدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً“ (۲)

”میں تمہیں مہدی کی بشارت دیتا ہوں جو میری امت کے درمیان اس وقت بھیجا جائے گا جب لوگوں کے درمیان اختلاف اور بے ثباتی کی کیفیت ہوگی، اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔“

بعض لوگ اسی خیال میں مگن ہیں کہ انتظار کا مطلب تلخ حقیقت سے فرار اور مستقبل کے خواب دیکھنا ہے کہ جب ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا عدل و انصاف سے بھر جائے گی۔

(۱) انبیاء/۱۰۵

(۲) مسند احمد بن حنبل، ج/۳، ص/۳۹۳، ح/۱۰۷۴۶

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ زمانہ یقیناً آئے گا کیونکہ خداوند عالم نے اس کا وعدہ فرمایا ہے، اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے، بلکہ اختلاف اس بارے میں ہے کہ انتظار کا انداز کیا ہونا چاہئے؟ کیونکہ انتظار کا مطلب آئندہ پیش آنے والے مشکلات سے فرار یا ان کی تبدیلی کے خواب دیکھنا اور اسی خواب کو کافی سمجھ لینا نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا انتظار ہے جس میں نقل و حرکت اور تبدیلی کے درمیان اعضائے جسمانی جیسا رابطہ پایا جاتا ہے یا یہ ایسا انتظار ہے جس میں جد و جہد کے ذریعہ اسے اس حقیقت میں تبدیل کر دیا جائے گا کہ بعد زمین پر اللہ کے نیک بندوں کی وراثت مسلم ہو جائے گی۔

مولف محترم نے اپنے انداز فکر کے اعتبار سے انتظار کے بارے میں تحقیق کی ہے فاضل مولف کا نظریہ ہے کہ ”انتظار اور حرکت کے درمیان اعضائے بدن جیسا مضبوط رابطہ پایا جاتا ہے کیونکہ انتظار کا نتیجہ حرکت ہے اور وہ اس کا محافظ و نگہبان ہے“ اس کے بعد یہ گفتگو مزید آگے بڑھتی ہے تو اس میں یہ موضوعات سامنے آتے ہیں: غیر دینی مکاتب فکر میں انتظار کا عقیدہ، مسئلہ انتظار لا مذہب مکاتب فکر کی روشنی میں، انتظار کے بارے میں اسلام سے پہلے موجود ادیان کا نظریہ، مسئلہ انتظار اہل سنت کی نظر میں، احادیث انتظار، شیعہ امامیہ کی نظر میں، انتظار اور اس کی تہذیبی (سماجی) قدر و قیمت کیا ہے؟، انقلاب سنن الہیہ اور غیبی امدادوں کا کردار، روایتوں میں ظہور کی تیاری کرنے والی جماعتوں کا تذکرہ، راہ ہموار کرنے والوں کے امتیازات اور خصوصیات، ظہور کی تیاری کا طریقہ، زمین ہموار کئے جانے کا طریقہ (ظہور کی تیاری کے لئے مختلف چیلنج)، روایتوں میں جماعت انصار کا تذکرہ، طالقان کے جوان مرد، امام کے جوان اصحاب، امام کے انصار کی تعداد، امام کے انصار کے صفات ”انتظار“ کے دوران ہماری ذمہ داریاں، شکوہ و دعا، بامقصد انتظار (معقول انتظار)، مسئلہ انتظار کی صحیح وضاحت، منتظر کون، ہم یا امام؟ انتظار کی قدر و قیمت، دوڑ دھوپ اور انتظار کا آپسی رابطہ، تحریکی عمل، تحریکی عمل کا ٹیکس، تحریک ایک فریضہ، انسانی کمزوری، تباہی سے محفوظ رہنے کا طریقہ۔

مولف محترم نے پھر یہ سوال اٹھایا ہے کہ: انتظار کس کو ہے؟ ہمیں یا امام کو؟ اور پھر جواب دیتے ہیں: کہ انتظار دونوں کو ہے امام کو ہماری جد و جہد، قیام، استقامت اور ہمارے جہاد کا انتظار ہے نہ کہ بیکار اور معطل بیٹھے رہنے کا۔ اور اسی سے انتظار کی عظیم قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے جس کے بارے میں ہمیں رسول خدا نے آگاہ کیا ہے: ”أفضل أعمال امتی الانتظار“ ”میری امت کا سب سے اہم عمل انتظار کرنا ہے۔“

اسی بنا پر محقق بصیر نے تحریک حرکت اور انتظار کے باہمی رابطے کے بارے میں گفتگو کو آگے بڑھا یا ہے، اور آپ کا نظریہ ہے کہ قرآن مجید نے تحریک و حرکت کو اہم فریضہ قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو متوجہ کیا ہے کہ اپنے حالات خود تبدیل کریں شرک کانام و نشان مٹا کر اس کی جگہ توحید کا پرچم لہرائیں، تبلیغ دین کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور

کریں۔ اور یہ سب اسی وقت ممکن ہے کہ جب انسان خود اپنے کو تباہی و بربادی اور تنزلی کے اسباب سے محفوظ رکھے۔ مولف محترم نے انسان کی حفاظت کرنے والے ان اسباب کی وضاحت بھی کی ہے اور وہ اسباب صبر و نماز سے استمداد، ولایت و محبت، میراث، انتظار اور آرزویں۔ اس طرح مولف محقق نے نہایت سادہ الفاظ میں منطقی دلائل کے ذریعہ یہ واضح کر دیا ہے کہ قافلہ توحید کے طولانی اور پر مشقت سفر کے لئے انتظار ایک اہم ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔

مرکز غدیر الدراسات الاسلامیہ

### انتظار کا صحیح مفہوم

### انتظار اور حرکت کا باہمی رابطہ

#### مسئلہ انتظار کی وضاحت

بعض لوگ ”انتظار“ کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ ”انتظار“ سماج اور تاریخ کے کمزور اور دوکچلے ہوئے لوگوں کی محرومیوں کی دین ہے اور انتظار دراصل موجودہ مشکلات و مصائب سے بچنے کے لئے ایسے مستقبل کے تصور میں غرق ہو جانا ہے جس میں تمام محرومین اپنے حقوق اور اپنی کھوئی ہوئی شان و شوکت کو دوبارہ حاصل کر لیں گے ایسا تصور درحقیقت ”بیداری میں خواب“ دیکھنے یا ”حقائق سے خیالات کی دنیا کی طرف فرار کرنے کے“ مانند ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انتظار کی اس تاویل اور وضاحت کا علم سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے اُنہی انتظار کی تاریخ کو انسانیت کے مشہور و معروف ادیان کے وسیع و عریض میدانوں میں تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔

#### انتظار لا مذہب مکاتب فکر کی روشنی میں

انتظار کا تعلق فقط مذہبی مکاتب فکر سے نہیں ہے بلکہ انتظار کا دائرہ مارکسزم جیسے بے دین مکاتب فکر تک پھیلا ہوا ہے چنانچہ برٹراند راسل کا بیان ہے: ”انتظار کا تعلق صرف مذاہب سے نہیں ہے بلکہ غیر مذہبی مکاتب فکر بھی ایسی شخصیت کے منتظر میں جو عدل و انصاف کا پرچم لہرا کر دنیا کو نجات دے سکے۔“

انتظار کے بارے میں راسل نے جو کہا ہے: انتظار کا وہی مفہوم عیسائیوں کے یہاں بھی پایا جاتا ہے اسی طرح ”ٹولسٹائے“ کے نزدیک بھی انتظار کا مفہوم وہی ہے جو عیسائیوں کے یہاں ہے البتہ اس روسی مفکر کے یہاں اس مسئلہ کو پیش کرنے کا انداز عیسائیوں سے قدرے مختلف ہے۔

#### انتظار کے بارے میں ما قبل اسلام موجود ادیان کا نظریہ

کتاب مقدس کے عہد قدیم میں ہمیں یہ ملتا ہے: ”اشرار اور ظالموں کی موجودگی سے آزرده خاطر نہ ہو کیونکہ ظالموں کا سلسلہ عنقریب ہی ختم ہو جائے گا اور عدل الہی کے منتظر زمین کے وارث و مالک بن جائیں گے اور قابل لعنت افراد پراکندہ ہو جائیں گے اور نیک بندے ہی زمین کے مالک ہوں گے اور دنیا کے آخری دور تک وہی آباد رہیں گے۔“ (۱)

کتاب مقدس نے جس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اسی کا تذکرہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے: > وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ < (۲) ”اور ہم نے زبور کے بعد ذکر میں بھی لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے۔“

#### انتظار اہل سنت کی نظر میں

صرف شیعوں کو بی دنیا کو ظلم و جور سے ”نجات دینے والے مہدی“ کا انتظار

-----

(۱) کتاب مقدس، سفر مزامیر داؤد مزموور/۳۷  
(۲) انبیاء/۱۰۵

نہیں ہے بلکہ شیعہ احادیث کی طرح اہل سنت کے یہاں بھی اس سلسلہ میں بکثرت اتنی صحیح احادیث موجود ہیں جن کے بعد کسی شک و شبہہ کا امکان باقی نہیں رہ جاتا ہے۔

آٹھویں صدی ہجری کے معروف سنی عالم اور کتاب ”العبر“ کے مقدمہ کے مولف عبد الرحمن بن خلدون کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں: ”یا د رکھو کہ ہر دور کے مسلمانوں کے درمیان یہ بات مشہور رہی ہے کہ آخری زمانہ میں اہل بیت کی ایک فرد کا ظہور ضروری ہے جو دین کی حمایت کرے گا اور عدل و انصاف کو ظاہر کرے گا، مسلمان اس کی پیروی کریں گے، تمام اسلامی ممالک کے اوپر اس کا تسلط قائم ہوگا، اس کا نام ”مہدی“ ہوگا۔ اور دجال کا خروج یا قیامت کے دوسرے آثار جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے اور وہ دجال کو قتل کر دیں گے یا یہ کہ حضرت عیسیٰ ان کے ساتھ نازل ہو کر دجال کو قتل کرنے میں ان کی مدد کریں گے اور پھر حضرت عیسیٰ حضرت مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔“ (۱)

مدینہ اسلامی یونیورسٹی کے پروفیسر شیخ عبد المحسن العباد کہتے ہیں: ”حرم کے المناک واقعہ سے بہت سے سوالات پیدا ہو گئے ہیں انہیں سوالات کی وضاحت کے لئے بعض علماء نے ریڈیو اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اس بات کی وضاحت کی ہے کہ رسول خدا سے منقول روایتیں صحیح ہیں، ان علماء میں شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز (صدر ارادہ تعلیم و تبلیغ) نے اپنے بعض رسائل اور کتابچوں میں اس مسئلہ کو رسول اللہ کی صحیح اور مستفیض احادیث سے ثابت کیا ہے، ان علماء میں مسجد نبوی کے امام شیخ عبد العزیز بن صالح بھی شامل ہیں۔“

(۱) مقدمہ ابن خلدون، ص/۳۱۱

اس کے بعد شیخ محسن العباد تحریر کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ رسالہ اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے تحریر کیا ہے کہ مہدی آخر الزمان کے خروج پر صحیح روایات دلالت کرتی ہیں اور شاذ و نادر افراد کے علاوہ تقریباً سبھی علمائے اہل سنت اس کے قائل ہیں۔“ (۱)

آیہ کریمہ: (۲) کے بارے میں ابن حجر الہیتمی نے یہ تحریر کیا ہے: کہ مقاتل اور ان کا اتباع کرنے والے مفسرین کا یہ بیان ہے کہ: ”یہ آیت مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔“ آئندہ ایسی احادیث بیان کی جائیں گی جن میں یہ صراحت موجود ہے کہ مہدی کا تعلق اہل بیت % نبوت سے ہے۔ اور اس بنا پر ----- آیہ کریمہ نسل فاطمہ و علی رضی اللہ عنہما میں برکت پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے اور یہ کہ خداوند عالم انہیں کثیر و طیب اولاد عطا کرے گا اور ان کی نسل کو حکمت کی کنجی اور رحمت کی معدن قرار دے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم نے جناب فاطمہ = اور ان کی ذریت کے لئے شیطان رحیم سے محفوظ رہنے کے لئے پناہ طلب کی تھی اور یہی دعا آپ نے حضرت علی کے لئے بھی کی تھی۔ (۳) عصر حاضر کے شیخ الحدیث اور عالم ”شیخ ناصر الدین البانی“ ”التمدن الاسلامی“ نامی رسالہ میں تحریر کرتے ہیں:

” جہاں تک مسئلہ مہدی کا سوال ہے تو یاد رکھو کہ ان کے ظہور کے بارے میں بکثرت معتبر

(۱) رسالۃ الجامعة الاسلامیہ شماره ۴۵،

(۲) زخرف/۶۱

(۳) صواعق محرقة، ابن حجر، ج/۱، ص/۲۴۰

احادیث پائی جاتی ہیں ان احادیث میں سے کثیر روایات کی سند صحیح ہے اور میں اس مقام پر ان کے چند نمونے پیش کر رہا ہوں۔“ پھر انہوں نے کچھ حدیثوں کا تذکرہ کیا ہے۔

احادیث انتظار، شیعہ امامیہ کی نظر میں

اٹنا عشری شیعوں کے یہاں انتظار کے بارے میں بکثرت روایات بحدتواتر موجود ہیں اور ان میں اکثر کی سند صحیح ہے۔ اور بعض علمائے کرام نے ان احادیث کو نہایت علمی انداز میں جمع کیا ہے۔ جن میں شیخ لطف اللہ صافی کی کتاب ’منتخب الاثر‘ اور شیخ علی کورانی کی کتاب ’موسوعۃ الامام المہدی‘ اہم اور قابل ذکر ہیں۔ (۱)

سر دست ان احادیث کو پیش کر نامقصود نہیں ہے کیونکہ ہماری گفتگو کا موضوع امام مہدی کے بارے میں منقول احادیث کے بارے میں تحقیق اور سند یا دلالت کے اعتبار سے ان کا جائزہ لینا نہیں ہے بلکہ اس رسالہ میں ہمیں دوسرے موضوع کے بارے میں گفتگو کرنا ہے خداوند عالم سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مقصد میں کامیاب کرے امام مہدی سے متعلق احادیث پر گفتگو کو ہم اس موضوع سے متعلق حدیث کی مفصل کتابوں پر ہی چھوڑتے ہیں کیونکہ ہم فی الحال جس موضوع کے بارے میں گفتگو کریں گے وہ انتظار اور اس کی تہذیبی قدر و قیمت ہے:

انتظار ایک اسلامی اصطلاح ہے جو ہمارے تہذیبی اقدار کا حصہ ہے: انتظار کے اس مفہوم پر مخصوص تہذیبی و ثقافتی انداز فکر سامنے آتا ہے کیونکہ کبھی لوگ انتظار کا غلط اور منفی

-----

(۱) معجم احادیث امام مہدی، تالیف: ادارہ معارف اسلامی کی علمی کمیٹی: زیر نظر شیخ علی کورانی، ناشر: موسسہ معارف اسلامی، طبع اول (۱۴۱۱ھ) رقم

مفہوم مراد لیتے ہیں جس سے انتظار بے حس و حرکت، ساکت و جامد پڑے رہنے کے معنی بیان کرنے یا تاخیر والتواء میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

اور کبھی اس کا صحیح اور مثبت مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جس سے یہ انسانی زندگی میں جو ش و جذبہ اور شوق و ولولہ کا ذریعہ قرار پاتا ہے۔

اس لئے مسئلہ انتظار کے صحیح مفہوم کی باقاعدہ وضاحت ضروری ہے، اور اس کتابچہ کی تالیف کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے۔

انتظار ایک کلچر ہے جو ہماری ذہنی نشوونما، انداز فکر، طرز زندگی اور مستقبل میں دخیل ہے یہی کلچر حال اور مستقبل سے متعلق ہماری سیاسی منصوبہ بندیوں میں بھی موثر ہے۔

ہماری قومی تہذیب اور ثقافتی زندگی میں انتظار کی جڑیں ۱۱۹۰ سال پرانی ہیں کیونکہ غیبت صغریٰ ۳۲۹ھ میں اختتام پذیر ہو گئی تھی۔

اس طویل عرصہ میں انتظار نے ہمارے سیاسی شعور اور انقلابی طرز فکر میں موثر کردار ادا کیا ہے، اور بالفرض اگر ہم اپنی سیاسی اور انقلابی تاریخ کو ’مفہوم انتظار‘ سے الگ کرنے کی کوشش کریں تو پھر اس تاریخ کی شکل و صورت ہی کچھ اور ہوگی۔

چنانچہ جو افراد بھی دعائے ندبہ پڑھتے ہیں (جیسا کہ عام طور سے مومنین کرام ہر جمعہ اس کی تلاوت کرتے ہیں) اس سے مومنین کے قلوب، عقل و شعور اور انداز فکر و نظر پر ابھرنے والے انتظار کے گہرے نقوش کا خود بخود اندازہ ہو جائے گا۔

انتظار کی قسمیں

نجات دینے والے انتظار کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ایسا نجات دہندہ انتظار جسے مقدم یا موخر کرنا مصیبت زدہ انسان کے لئے ممکن نہیں ہے بالکل اسی طرح جیسے کسی ڈوبنے والے انسان کو انتظار ہو کہ کوئی شخص ساحل سے آکر اسے ڈوبنے سے بچانے والا ہے اسی لئے اس کی نظر میں ساحل پر لگی رہتی ہیں، لیکن یہ طے شدہ ہے کہ ڈوبنے والے کے لئے اپنے نجات دہندہ کی رفتار تیز کرنا تو ممکن نہیں ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ نجات دہندہ کو دیکھنے کے بعد ڈوبنے والے کے اندر نجات کے لئے ایک نیا عزم و حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے قلب و دماغ پر چھائے ہوئے مایوسی کے بادلوں کو چیر کر زندگی کی آرزو و رتہ اس کی آنکھوں میں زندگی کی نئی روشنی اور چمک پیدا کر دیتی ہے۔

قطعاً طور پر ’امید‘ سے انسان کو مقابلہ اور استقامت کا عزم و حوصلہ ملتا ہے اسی لئے ڈوبنے والا نجات دہندہ کے پہنچنے تک ہاتھ پیر مارنے کی بھر پور کوشش کرتا رہتا ہے چنانچہ اس انسان کی صورت حال اس وقت عجیب دیدنی ہوتی

ہے کہ جب وہ ہمت ہار جاتا ہے یا جب مقاومت کرتا ہے۔ کیونکہ اس کے ہمت ہار جانے کے بعد کوئی بھی اسے اس بھنور سے باہر نہیں نکال سکتا اور نہ ہی اس کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل نجات تک پہنچا سکتا ہے۔ اور کبھی کبھی تو یہ شکست کسی فرد یا جماعت تک محدود نہیں رہتی بلکہ پورے ملک یا سیاسی نظام کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے جیسا کہ ہم نے ماضی قریب میں سوویت یونین کا زوال دیکھا ہے جو ایک سپر پاور ملک تھا۔ جب انسان ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتا ہے تو خداوند عالم ایسے بندہ کو اس راہ میں ڈٹے رہنے کا عزم و حوصلہ عطا کر دیتا ہے تو کوئی چیز بھی اس کے قدموں کو نہیں ہلا سکتی اور نہ ہی اس کے آہنی ارادوں میں کوئی تزلزل پیدا ہو سکتا ہے بلکہ عجیب بات تو یہ ہے کہ گوشت اور پوست سے بنا ہوا یہ انسان عزم و ہمت کا ایک ہمالیہ ثابت ہوتا ہے اور بڑے سے بڑے مصائب کے بالمقابل سبسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کی یہ استقامت خداوند عالم کا عطیہ ہوتی ہے۔ اور یہ بھی طے شدہ بات ہے کہ اس استقامت کی اصل بنیاد ”امید و آرزو“ ہی ہے ان دونوں باتوں کے درمیان رابطہ کے سلسلہ میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے:

ایک تو یہ کہ انتظار سے ”آرزو اور امید“ کی کرن پیدا ہوتی ہے اور انسانی زندگی پر مایوسی کے چھانے ہوئے بادل چھٹ جاتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ آرزو اور امید سے انسان کو ثبات قدم کا عزم و حوصلہ ملتا ہے۔ دوسری قسم: یہ ہے کہ انسان کے پاس اس کے بارے میں خود فیصلہ کرنے بلکہ اس میں اصلاح و ترمیم کرنے کی صلاحیت موجود ہو جیسے بیماری سے شفا یاب ہونا، یا کسی تعمیری، تجارتی، یا علمی منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانا، دشمن پر فتحیاب ہونا، فقیری سے نجات پانا وغیرہ کہ یہاں بھی ایک طرح کا انتظار ہی ہے اور ان تمام امور میں عجلت یا تاخیر خود انسان کے اختیار میں ہے۔

انسان کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بیماری سے جلدی شفیاب ہو جائے یا اس میں تاخیر کر دے یا شفا حاصل ہی نہ کرے، یا یہ کہ کسی تجارتی و تعمیری اور علمی منصوبہ کو جلد سے جلد مکمل کر لے یا اسے دیر تک معطل رکھے یا مثلاً دولت و ثروت یا دشمن پر فتح حاصل کرے یا ان کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ اس انتظار کا انداز گذشتہ انتظار سے بالکل مختلف ہے کیونکہ اسے جس چیز کا انتظار ہے اس کو حاصل کرنے میں جلدی یا تاخیر حتیٰ کہ اس سے صرف نظر کرنا خود انسان کے اختیار میں ہے۔ اس طرح انتظار کی دوسری قسم میں انسان کے اندر ”آرزو“ اور ”استقامت“ کے علاوہ ”تحریک حرکت اور جد و جہد“ بھی پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح ”تحریک حرکت“ انتظار کی صرف اسی قسم کا لازمہ ہے۔ کیونکہ جب کسی انسان یہ معلوم ہو جائے کہ اسے نجات اور کامیابی اسی وقت مل سکتی ہے جب وہ جد و جہد اور دوڑ دھوپ کرے تو وہ ایسا ضرور کرے گا چنانچہ اس یقین کے بعد اس کی زندگی کا نقشہ یکسر تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ لگن کے ساتھ باقاعدہ محنت و مشقت شروع کر دیتا ہے جب کہ اس کی زندگی میں پہلے ان چیزوں کا نام و نشان نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ انتظار کی پہلی قسم میں ”امید و آرزو“ اور ”استقامت“ کے علاوہ انسان کے بس میں کچھ نہیں ہوتا لیکن انتظار کی دوسری قسم میں آرزو اور استقامت کے علاوہ اس کے اندر عزم و حوصلہ اور جوش و جذبہ (تحریک و حرکت) بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

۱۔ انسان کے دل میں آرزو پیدا ہوتی ہے تو وہ حال کے دریچوں سے اپنے مستقل کو دیکھنے کی کوشش کرتا ہے دو طرح کے افراد ہوتے ہیں کچھ وہ ہوتے ہیں جو صرف اپنی موجودہ مشکلات کی عینک سے خدا، کائنات اور لوگوں کو دیکھتے ہیں اور کچھ وہ جو ان تمام چیزوں کو ماضی، حال اور مستقبل کے آئینے میں دیکھتے ہیں ان دونوں افراد کے درمیان بہت نمایاں فرق پایا جاتا ہے کیونکہ پہلے طرز نگاہ میں دھندلا پن، تاریکی اور منفی رخ پایا جاتا ہے جب کہ دوسرا طرز نگاہ ان چیزوں قطعاً میرا ہے۔

۲۔ استقامت کی بنا پر انسان جو جہد سے کام لیتا ہے اور مدد پہنچنے تک مسلسل تباہی و بربادی یا تنزلی کے مقابل ڈٹا رہتا ہے اور جس انسان کو مدد پہنچنے کی امید نہیں ہوتی اس کی ہمت جواب دے جاتی ہے اور وہ خود ہی گھٹتے ٹیک دیتا ہے۔

۳۔ جد و جہد اور حرکت سے کامیابی، نجات طاقت و استغناء اور خود کفائی و خود اعتمادی حاصل ہوتی ہے ایسی صفات کے حصول کے لئے جد و جہد کو ”تحریکی انتظار“ کہا جاتا ہے اور یہ انتظار کی سب سے اعلیٰ قسم ہے لہذا اس وقت ہم انتظار کی اسی قسم کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔

تبدیلی کے اسباب

اس انتظار کی بنا پر بندے خداوند عالم سے یہ توقع اور امید رکھتے ہیں کہ وہ ان کے معاملات کو اس طرح تبدیل کر دے کہ

برائی کی جگہ بھلائی، فقیری و ناداری کی جگہ مال و دولت کی فراوانی، عاجزی و لاجاری کی جگہ قدرت و طاقت اور ناکامی کی جگہ کامیابی اس کا مقدر بن جائے اور یہ صحیح اور معقول توقع بھی ہے کیونکہ انسان ضعف و ناتوانی، ناداری و جہالت اور برائیوں کا پتلہ ہے۔

اور وہ صرف خدا کی ذات ہے جس سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ ان حالات کو تبدیل کر سکتا ہے اور خدا سے ایسی توقع رکھنے میں بندوں کے لئے کوئی حرج بھی نہیں ہے البتہ اس تبدیلی کے لئے یہ شرط ضرور ہے کہ انسان ان حالات اور اسباب کو بھی فراہم کرنے کی کوشش کرے جن کی فراہمی کا حکم خدا نے دیا ہے تبدیلی خدا وند عالم کی جانب سے ہوگی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے لیکن اس کے لئے طے شدہ اور معین اسباب بہر حال ضروری ہیں لہذا جب تک انسان ان اسباب کا سہارا نہ لے خداوند عالم کی جانب سے اس تبدیلی کی توقع رکھنا بھی صحیح نہیں ہے لہذا ان انسان حالات و اسباب کو تبدیل کرنے کے لئے پہل خود کرنا چاہئے تاکہ خداوند عالم بھی اس کے امور میں تبدیلی پیدا کر دے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری اقتصادی اور فوجی کمزوری، تعلیمی پسماندگی، بدانتظامی کی اصل بنیاد جہالت، سستی، کاہلی اور ناتوانی کے علاوہ نیز جرأت و ہمت اور شجاعت کا فقدان ہے۔

لہذا اگر ہم ”خود اپنے اندر“ تبدیلی پیدا کر لیں تو بے شک خدا بھی ہمارے حالات تبدیل کر دے گا اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ خداوند عالم تنہا ہمارے حالات تبدیل کر سکتا ہے۔

اور اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ جب تک ہم اپنے حالات تبدیل نہیں کریں گے خداوند عالم بھی ہمارے حالات کی اصلاح نہیں کرے گا۔ اور یہ ایسے حقائق ہیں جن میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے مختصر یہ ہے کہ خدا کی طرف سے حالات میں تبدیلی کا انتظار صحیح اور حق بجانب ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن اس کے ساتھ انسان کی جانب سے جد و جہد، سعی و عمل بھی ضروری ہے، اور اسی کو دوسرے الفاظ میں تحریکی انتظار کہا جاتا ہے۔

انتظار جد و جہد مسلسل یا تعطل؟

اگر تہم یہ سمجھتے ہیں کہ انتظار کسی ایسے غیر متوقع حادثہ کا منفی انداز سے مشابہہ کر لینے کا نام ہے جس میں ہمارا کوئی منفی یا مثبت کردار نہ ہو بالکل ایسے ہی جیسے ہم چاند یا سورج گرہن کا مشابہہ کر لیتے ہیں تو یہ ہماری غلط فہمی ہے، انتظار کے صحیح معنی ”حرکت“، ”پیہم“، ”سعی مسلسل“، ”جد و جہد“ اور ”عمل“ کرنے کے ہیں جس کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب ہی پیش کی جائے گی۔

ظہور میں تاخیر کی وجہ؟

اس سوال کا صحیح جواب تلاش کے لئے انتظار کے صحیح معنی سمجھنا ضروری ہیں کہ ظہور حرکت و عمل کا نام ہے یا تعطل اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے کا نام ہے؟

پہلا نظریہ

اگر امام زمانہ (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے ظہور اور آپ کے عالمی انقلاب میں تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک دنیا ظلم و جور سے نہیں بھری ہے تو پھر انتظار کا مطلب تعطل اور حالات کا مشابہہ کرنا ہیں۔ حالانکہ اسلام کا واضح حکم ہے کہ ہم دنیا میں ظلم و جور کو بڑھاوا نہیں دے سکتے ہیں۔

اس نظریہ کے مطابق ہمیں ظلم و جور کا مقابلہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس سے غیبت کا زمانہ اور طولانی ہو جائے گا اس طرح ہم اپنی سیاسی سماجی اور عسکری زندگی میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے ہوئے خاموش تماشائی بنے رہیں تاکہ ظلم و جور کا اضافہ ہوتا رہے اور جب زمین ظلم و جور سے بھر جائے تو امام زمانہ (عجل) ظہور فرما کر ظالموں کا تختہ الٹ دیں اور مظلوموں کی دستگیری فرمائیں۔

دوسرا نظریہ

اگر ظہور میں تاخیر کی وجہ ایسے انصار کی قلت ہے جو روئے زمین پر امام کے ظہور کے لئے حالات سازگار کریں اور آپ کے ظہور کے شایان شان سماج تشکیل دیں جو آپ کے ظہور کے بعد آپ کی حکومت اور انقلاب میں آپ کا ہاتھ بٹائیں تو صورت حال بالکل تبدیل ہو جائے گی اور پھر روئے زمین پر حق کی حکومت قائم کرنے کے لئے جد و جہد، ذہنی و فکری آمادگی، افراد سازی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ضرورت ہوگی تاکہ امام (عجل) ظہور فرما سکیں۔ اس صورت میں ظہور کا مطلب خاموش تماشائی بنے رہنا نہ ہوگا بلکہ اس سے ”تحریک اور عمل“ نیز روئے زمین پر حق کی حکومت قائم

کرنے کے لئے ”جہاد“ مراد ہوگا اور اس کے بعد ہی امام کے عالمی ظہور کے لئے حالات فراہم ہو سکتے ہیں۔ انتظار ظہور امام کے معنی اگر ”تعطل“ اور بے کاری کے لئے جائیں تو یہ منفی معنی ہیں اور اگر انتظار ”حرکت“ اور جدوجہد ہو تو یہ مثبت اور معقول معنی ہیں اور دونوں معنی میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اب ہم اس مسئلہ کا صحیح جواب تلاش کرنے کے لئے اس کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں۔

پہلے نظریہ کا تجزیہ

اس نظریہ کے بارے میں چند اعتراضات قابل توجہ ہیں:

۱۔ دنیا کے ظلم و جور سے بھر جانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ روئے زمین پر توحید اور عدل و انصاف کا نام و نشان نہ رہ جائے اور کوئی علاقہ ایسا نہ رہ جائے جس پر خدا کی عبادت نہ ہوتی ہو کیونکہ یہ بات محال اور سنت الہی کے برخلاف ہے۔

بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ حق و باطل کے درمیان جو دائمی کشمکش جاری ہے اس میں حق پر باطل کا غلبہ ہو جائے گا۔ ۲۔ حق کے اوپر باطل کا موجودہ دور سے زیادہ غلبہ بھی ناممکن ہے کیونکہ اس وقت ظلم روئے زمین پر اپنی بدترین شکل اور مقدار میں موجود ہے جیسے سربینائی درندوں کے ہاتھوں بوسنیا کے مسلمان جس ظلم و تشدد کا شکار ہوئے ہیں اس کی نظیر تاریخ ظلم و تشدد میں کم ہی نظر آتی ہے۔ اس ظلم و تشدد اور قتل عام کے دوران تو بسا اوقات نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ سربینائی ظالموں نے حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے ان کی کوکھ میں پروان چڑھنے والے بچوں کو شکم سے باہر نکال کر پھینک دیا، چھوٹے چھوٹے بچوں کے سر قلم کر کے ماں باپ اور گھر والوں کے سامنے ان سے قہقہے لگایا۔ چیچنیا میں روسیوں نے مسلمان بچوں کو زندہ ذبح کر کے ان کا گوشت سوروں کو کھلایا، اسی طرح مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں پر کمیونسٹوں نے اپنی کمیونسٹ حکومت کے دوران جو ظلم ڈھائے ہیں ان کو سن کر ہی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

یا اسرائیل کی جیلوں میں مسلمانوں کو جس وحشیانہ انداز سے تکلیفیں دی جاتی ہیں انہیں الفاظ کے ذریعہ بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور ان تمام مظالم سے کہیں زیادہ عراق میں صدامی جلاوطنوں کے ذریعہ جو مظالم ہوئے یا ہو رہے ہیں، جس طرح مومنین کی نسل کشی کی گئی ان کا صفایا کیا گیا اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے، یہ دل کو دہلانے والے ایسے حقائق ہیں جن کی توصیف سے الفاظ بھی بے بس ہیں۔

میرا خیال ہے کہ اس وقت دنیا کے تقریباً ہر گوشے میں مسلمانوں کے خلاف ظلم و تشدد کا جو سلسلہ جاری ہے یہ ایک ایسی ڈراؤنی اور خوفناک صورت حال ہے جو ظلم و جور سے بھی تجاوز کر چکی ہے بلکہ ”زمین کے ظلم و جور سے بھر جانے“ سے مزید کی نشاندہی کرتی ہے۔ بلکہ یہ تو دنیا کی موجودہ قوموں اور مادیت میں گرفتار انسانیت کے مردہ ضمیر ہونے اور انسانیت کے سوتے خشک ہو جانے کی علامت ہے۔ اور ضمیروں کا مردہ ہونا یا انسانیت کے سوتے خشک ہو جانا خطرے کی ایک ایسی گھنٹی ہے جو تہذیب و تمدن اور تاریخ انسانیت کو مسلسل پستی و بربادی کی طرف لے جاتی ہے اور اس منزل تک پہنچا تی ہے جسے قرآن مجید نے ”امتوں کی ہلاکت و تباہی“ کا نام دیا ہے۔

ضمیر انسان کی انتہائی اہم اور بنیادی ضرورتوں میں شامل ہے اور جس طرح انسان ”امن و سکون“، ”دوا و علاج“ کھانے پانی، ”سیاسی نظام“ اور علم کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح ضمیر کے بغیر بھی اس کا زندہ رہنا ممکن نہیں ہے لہذا جب بھی ضمیر کا حیات بخش چشمہ خشک ہو جائے تو پھر تہذیب و تمدن کا خاتمہ ایک فطری بات ہے اور جب اس کا خاتمہ ہو جائے گا تو پھر تبدیلی، جانشینی اور وراثت کا قانون اپنا کام کرے گا۔ اور یہی وہ وقت ہوگا جب امام زمانہ (عجل) کی ہمہ گیر اور عالمی حکومت قائم ہوگی۔

۳۔ امام زمانہ (عجل) کی غیبت کی بنیادی وجہ شر و فساد اور ظلم و جور کی کثرت ہے اور اگر یہ سب نہ ہوتا تو آپ ہماری نظروں سے غائب نہ ہوتے آخر یہی ظلم و جور امام زمانہ (عجل) کے ظہور کا سبب کیسے بن سکتا ہے؟

۴۔ لوگوں کی توقع کے برخلاف ظالم، سیاسی، فوجی اور اقتصادی ادارے آہستہ آہستہ تباہ و برباد ہو رہے ہیں جس کا مشاہدہ دنیا میں ہر جگہ کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا ہے کہ چند مہینوں کے اندر ہی سوویت یونین کا شیرازہ منتشر ہو گیا یہ نظام کھوکھلی عمارت کی طرح ہو گیا تھا اور اسے باقی رکھنا یا انہدام سے بچانا کسی کے بس میں نہیں تھا۔

اور اب تبدیلی کی اسی ہوا کا رخ امریکہ کے خلاف ہے اسی وجہ سے اس کے اقتصادیات، امن و امان اور اخلاقی اقدار اور شان و شوکت کو زبر دست جھٹکے لگ رہے ہیں جب کہ اسے سپر پاور کہا جاتا ہے۔

بے شک اس موجودہ جاہلی نظام کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے اور یہی اس کی تباہی و بربادی کی گھنٹی بھی ہے۔ ایسے

میں یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ اس نظام خونخواری، درندگی وبے رحمی میں اور اضافہ ہوگا۔  
۵. غیبت سے متعلق روایات میں: ”یملأ الأرض عدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً“ (زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہو گی) آیا ہے نہ کہ ”بعد ان ملئت ظلماً وجوراً“ (ظلم و جور سے بھر جانے کے بعد)۔

لہذا اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ امام زمانہ (عجل) اس بات کے منتظر ہیں کہ دنیا میں اس وقت جو ظلم و جور پھیلا ہوا ہے اس میں مزید اضافہ ہو جائے بلکہ ان روایات کے معنی یہ ہیں کہ جب امام ظہور فرمائیں گے تو وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور ظلم و فساد کا خاتمہ کر دیں گے اور ظلم و فساد کا دنیا سے اس طرح صفایا ہو جائے گا جس سے وہ اس سے قبل ظلم و جور سے چھلک رہی تھی۔

اعمش نے ابی وائل سے یہ روایت نقل کی ہے کہ امیر المومنین نے امام مہدی کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے:  
”یخرج علی حین غفلة من الناس واقامة من الحق واطهار من الجور، بفرح لخروجه اهل السماء وسكانها ويملا الارض عدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً۔“ (۱)

”وہ اس وقت ظاہر ہوگا جب لوگ اقامہ حق کے سلسلہ میں خواب غفلت میں پڑے ہوں گے ظلم و جور عام ہوگا اس کے ظہور سے اہل آسمان اور اس کے ساکنین مینخوشی کی لہر دوڑ جائے گی اور وہ زمین کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔“  
دوسری روایت میں ہے: ”یملأ الأرض عدلاً وقسطاً، كما ملئت ظلماً وجوراً“ (۲) زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔“

میرے خیال میں ”یملأ الأرض ظلماً وجوراً“ کے معنی یہ ہیں کہ ظلم و جور اتنا زیادہ بڑھ جائے گا کہ ہر طرف سے لوگوں کی چیخ و پکار اور فریاد شروع ہو جائے گی۔ ظلم کے چہرے سے نقاب ہٹ جائے گا جس کے باعث وہ لوگوں کی نگاہوں میں خوبصورت جلوہ گر ہوتا ہے بہ الفاظ دیگر ظلم کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی اور ان تمام نظاموں کا شیرازہ بکھر جائے گا جنہیں لوگ بظاہر اچھا سمجھتے ہیں۔ اور اس وسیع و عریض تباہی و بربادی کے بعد لوگوں کو ایسے الہی نظام کی تلاش و جستجو ہوگی جو انہیں تباہی و بربادی سے نجات دے سکے۔ اور انہیں ایسے الہی قائد و رہنما کی تلاش رہے گی جو ان کے ہاتھ تھام کر انہیں ان کے خدا تک پہنچا دے۔ اس طرح کی تباہیاں دنیا میں یکے بعد دیگرے شروع ہو چکی ہیں ان تباہیوں میں سودیت یونین کی تباہی سر فہرست ہے اور آخری چند برسوں میں امریکہ کو جو جھٹکے لگ رہے ہیں ان تمام باتوں سے خود بخود الہی نظام اور خدائی نجات دہندہ کی

(۱) بحار الانوار، ج/۵۱، ص/۱۲۰

(۲) منتخب الاثر، ص/۱۶۲

طرف توجہ مبذول ہو جاتی ہے۔

ظہور میں تاخیر کی وجہ کے بارے میں پہلے نظریہ کے بارے میں یہ مختصر سا تنقیدی جائزہ تھا اور اب دوسری رائے کے بارے میں گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔

دوسرے نظریہ کا کل دار و مدار امام زمانہ کے ظہور میں تاخیر کا باعث بننے والے اسباب کی شناخت پر ہے۔ ان اسباب میں سر فہرست بقدر کافی انصاف کا نہ ہونا ہے اور دوسرے یہ کہ امام کے انصار بننے والوں کے اندر لازمی لیاقت و صلاحیت (کیفیت) موجود نہیں ہے کیونکہ امام زمانہ کی حکومت ہمہ گیر و آفاقی حکومت ہے جس میں قیادت اور کمزور، محروم و مستضعف لوگوں کے ہاتھ میں ہوگی :

> وَتُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أُمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ < (۱)

مستضعف اور محروم مومنین اس سلطنت اور مال و دولت کے وارث قرار پائیں گے جس پر اس سے پہلے کافروں اور ظالموں کا قبضہ ہوگا۔ > وَنَجْعَلَهُمْ أُمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ < اور روئے زمین پر ان کی حکومت قائم ہو جائے گی > وَنَمُكِّنْ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ < (۲) اس مرحلہ میں امام زمانہ - زمین کو شرک اور ظلم کی گندگی سے پاک و صاف کر دیں گے۔ ”یملأ الأرض عدلاً كما ملئت ظلماً وجوراً“ اور ان کا نام و نشان باقی نہ رہ جائے گا جیسا کہ متعدد روایات میں ہے زمین کے مشرق و مغرب میں کوئی ایسی جگہ باقی نہیں رہ جائے گی جہاں صدائے ”لا الہ الا اللہ“ نہ پہنچے۔

-----  
(۱) قصص/۵

(۲) قصص/۶

اس ہمہ گیر انقلاب و حکومت کامحور ”توحید“ اور ”عدل“ ہوگا لہذا ایسے انقلاب کے لئے وسیع تیاری کی ضرورت ہے اور کیفیت و کمیت دونوں اعتبار سے اعلیٰ سے اعلیٰ تیاری درکار ہے ورنہ اس قسم کی تیاری اور راہ ہموار کئے بغیر ایسا ہمہ گیر انقلاب ممکن نہیں ہے اور سنت الہیہ کی تاریخ یہی ہے۔

انتظار کا صحیح مفہوم

آفاقی انقلاب میں سنت الہی اور غیبی امداد کا کردار

ظالموں، کافروں اور لوگوں کی گردنوں پر مسلط جاہلی حکومتوں اور نظاموں کے مقابلہ میں ایسا انقلاب غیبی امداد اور خداوند عالم کی تائید کے بغیر کسی طرح بھی کامیاب نہیں ہو سکتا چنانچہ روایات میں اس الہی امداد اور اس کے انداز کا واضح تذکرہ موجود ہے۔

البتہ الہی امداد تصویر کا صرف ایک رخ ہے جب کہ اس کا دوسرا رخ تاریخ میں ایسے ہمہ گیر انقلاب کے آغاز، نشوونما اور اس کے تکمیل تک پہنچنے میں الہی سنتوں کی کردار ہے؟ اور الہی سنتوں میں کوئی تغیر و تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔  
> سُنَّةُ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا < (۱)

سنت الہی اور امداد کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔ اس انقلاب کی حیثیت اور اہمیت وہی ہے جو رسول اللہ کی دعوت توحید کی حیثیت اور اہمیت تھی، کیونکہ آنحضرت نے جو تحریک شروع کی تھی اس کا مقصد لوگوں کو توحید کے راستہ پر لگانا تھا یہی وجہ تھی کہ اس تحریک کو ہر مرحلہ پر غیبی تائید اور امداد الہی حاصل رہی۔ حتیٰ کہ خداوند عالم نے بہادری کا

-----  
(۱) احزاب/۶۲

نشان لئے ہوئے صف بستہ ملائکہ، ہوا اور نہ دکھائی دینے والے لشکر نیز دشمن کے دل میں رعب و دہدبہ کے ذریعہ آپ کی نصرت کی ہے لیکن اس کے باوجود خداوند عالم نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا ہے کہ اس دائمی معرکہ آرائی کے لئے آپ خود بھی قوت و طاقت اور افراد فراہم کریں: > وَأَعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ < (۱)

اور یہ معرکہ تاریخ اور سماج میں قائم الہی سنتوں کے مطابق پورا ہوا جس کی وجہ سے کبھی رسول اللہ کو اپنے دشمنوں پر فتح حاصل ہوئی اور کبھی کبھی اس کے برعکس آپ کے لشکر کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ اس معرکہ آرائی میں فوج، مال اور اسلحوں کا باقاعدہ استعمال کرتے تھے اور باقاعدہ جنگی حکمت عملی تیار کرتے تھے اور جنگ کے نئے نئے طریقوں کا اچانک استعمال کر کے دشمن کو حیرت زدہ کر دیتے تھے اسی طرح وقت اور جگہ کے اعتبار سے بھی دشمن کو غیر متوقع ہنگامی صورت حال سے دوچار ہونا پڑتا تھا بلاشبہ خدا نے اپنے رسول کی مدد کی لیکن ان تمام چیزوں اور خدا کی طرف سے اپنے رسول کی غیبی نصرت و امداد کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے اور یہ ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔

آپ کے فرزند کا عالمی انقلاب آپ کی دعوت توحید اور انقلاب سے جدا نہیں ہے جس کی قیادت آپ نے خداوند عالم کے حکم

سے کی تھی۔

وہ الہی سنیتیں جن کا وجود اس عالمی انقلاب کے لئے ضروری ہے ان میں سے ایک، ظہور امام سے پہلے اس ظہور کی تیاری اور اس کے لئے زمین ہموار کرنا ہے اور جب آپ کا ظہور ہو تو اس وقت ناصروں و مددگاروں کا وجود اور آپ کی نصرت اس میں شامل ہے کیونکہ جب تک ایسی تیاری نہ ہوگی اور اس کے لئے زمین ہموار نہیں ہوگی تب تک

(۱) انفال/۶۰

تاریخ انسانیت کا اتنا عظیم انقلاب کامیاب نہیں ہو سکتا ہے۔

لہذا اب ہم ان دونوں قسموں کی روایتوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں سے پہلی قسم ”ظہور کی تیاری اور اس کی راہ ہموار“ کرنے کے بارے میں اور دوسرے قسم کی روایات ”انصار اور نصرت“ کے بارے میں ہیں اور اس کے بعد ان کے بارے میں غور و فکر کریں گے، انشاء اللہ۔

پہلی قسم کی روایتیں ظہور امام کی راہ ہموار کرنے والوں کے بارے میں ہیں اور یہ وہ جماعت ہے کہ جو ظہور امام کے لئے اقوام عالم اور کائنات کو آپ کی عالمی حکومت کے لئے تیار کرے گی۔ لہذا یہ جماعت فطری طور پر امام کے ظہور سے پہلے ہوگی۔

جب کہ دوسری قسم کی روایات ”انصار“ کے بارے میں ہیں اور یہ وہ جماعت ہے جن کو ساتھ لے کر امام قیام فرمائیں گے اور ان کے ہمراہ ظالموں کے خلاف انقلاب برپا کریں گے اس طرح ہمارے سامنے دو قسم کی جماعتیں ہیں:

- (۱) ظہور کی ”راہ ہموار کرنے والوں کی جماعت“ جو ظہور امام کے لئے حالات استوار کریں گے۔
- (۲) ”انصار کی جماعت“ جن لوگوں کے ساتھ امام قیام فرمائیں گے اور ان ہی کے تعاون سے ظالموں کے خلاف انقلاب برپا کریں گے۔ اب ہم ان دونوں قسم کی روایات کا جائزہ لیتے ہیں۔

روایات میں ظہور کی راہ ہموار کرنے والی جماعت کا تذکرہ شیعہ و سنی دونوں مکاتب فکر کے یہاں ایسی روایات بکثرت موجود ہیں جن میں امام کے ظہور کی راہ ہموار کرنے والی جماعتوں کا تذکرہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان روایتوں میں صراحت کے ساتھ ان جماعتوں کے علاقوں کا تذکرہ بھی موجود ہے جن میں سے کچھ اہم علاقے یہ ہیں: مشرق و خراسان (بظاہر مشرق سے مراد خراسان ہی ہے) قم، رے، یمن، اب ان جماعتوں اور ان کے علاقوں کی نشاندہی کرنے والی روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱. مشرق میں ظہور کی راہ ہموار کرنے والی جماعت

حاکم نے مستدرک میں عبد اللہ بن مسعود سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کا بیان ہے: رسول خدا ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوا تھا اور لبوں پر تبسم موجود تھا۔ اس وقت ہم نے آپ سے جس چیز کے بارے میں سوال کیا آپ نے ہمیں اس کا جواب دیا اور اگر ہم خاموش نہیں ہوتے تو آپ خود گفتگو شروع کر دیتے تھے یہاں تک کہ بنی ہاشم کے کچھ بچے ہمارے سامنے سے گزرے جن کے درمیان حسن اور حسین بھی تھے جب آنحضرت کی نگاہ ان دونوں پڑی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے اور ہم نے کہا: یا رسول اللہ کیا بات ہے ہم آپ کے چہرہ سے ناگواری کا مشاہدہ کر رہے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا: ”أَنَا أَهْل بَيْتِ اللَّهِ لَنَا الْآخِرَةُ عَلَى الدُّنْيَا، وَأَنْتَ سَيْلِقِي أَهْلَ بَيْتِي مِنْ بَعْدِي تَطْرِدُونَ تَشْرِدُونَ الْبِلَادَ حَتَّى تَرْتَفِعَ رَايَاتُ سُودَى الْمَشْرِقِ، فَيَسْأَلُونَ الْحَقَّ لَا يَعْطُونَ، ثُمَّ يَسْأَلُونَ فَلَا يَعْطُونَ، ثُمَّ يَسْأَلُونَ فَلَا يَعْطُونَ، فَيَقَاتِلُونَ فَيَنْصُرُونَ، فَمَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ وَمَنْ أَعْقَبَكُمْ فَلْيَأْتِ إِمَامَ أَهْلِ بَيْتِي وَلَوْ حَبَا عَلَى التَّلْحِ، فَانْهَارَ رَايَاتُ هُدَى، يَدْفَعُونَهَا إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي“ (۱)

(۱) مستدرک صحیحین، ج/۴، ص/۴۶۴

”ہم اہل بیت کے لئے خداوند عالم نے دنیا کے بجائے آخرت کو منتخب کیا ہے میرے بعد میرے اہل بیت کو جلا وطن اور

شہر بدر کیاجائے گا یہاں تک کہ مشرق میں سیاہ پر چم بلند ہو جائیں گے اور وہ حق کا مطالبہ کریں گے لیکن ان کا مطالبہ پورا نہ ہوگا وہ پھر مطالبہ کریں گے مگر پھر نامراد رہیں گے پھر مطالبہ کریں گے مگر ان کا حق ادا نہیں کیا جائے گا تب وہ جنگ کریں گے۔ تو ان کی نصرت کی جائے گی لہذا تم لوگوں یا تمہاری نسل میں جو کوئی اس وقت موجود رہے وہ میرے اہل بیت٪ میں آنے والے امام کا ساتھ دے چاہے برف پر گھسٹتے ہوئے آنا پڑے کیونکہ یہ ہدایت کے پرچم ہوں گے اور وہ انہیں میرے اہل بیت میں موجود شخص کے حوالے کر دیں گے۔“

امام جعفر صادق سے روایت: ”کأني بقوم قدخرجوا بالمشرق يطلبون الحق فلا يعطونه ثم يطلبونه فاذا رأوا ذلك وضعوا سيوفهم على عواتقهم فيعطون ماشاؤوا فلا يقبلونه حتى يقوموا ولا يدفعونها إلا إلى صاحبكم (ای الامام المہدی) قتلهم شهداء . .“ (۱)

”گویا کہ میں ایسی قوم کو دیکھ رہا ہوں جو مشرق کی جانب سے خروج کرے گی وہ حق کا مطالبہ کریں گے اور انہیں حق نہیں ملے گا وہ پھر مطالبہ کریں گے مگر نہ ملے گا جب وہ یہ صورت حال دیکھیں گے تو اپنی تلواروں کو اپنے کندھوں پر رکھ لیں گے تب تو وہ جس چیز کا مطالبہ کریں گے وہ انہیں دے دیا جائے گا لیکن وہ اسے قبول نہیں کریں گے بلکہ اٹھ کھڑے ہوں گے، اور وہ اسے تمہارے آقا (امام مہدی) کے علاوہ کسی اور کے حوالے نہیں کریں گے ان کے منقولین شہید واقع ہوں گے۔“

(۱) بحار الانوار، ج/۵۲، ص/۲۴۳، اس حدیث میں تلواروں سے اسلحہ مراد ہے۔

۲۔ خراسان میں راہ ہموار کرنے والے

جناب محمد حنفیہ سے روایت ہے لیکن بظاہر یہ روایت مولائے کائنات سے منقول ہے: ”تم تخرج راية من خراسان يهزمون أصحاب السفيناني حتى تنزل بيت المقدس توطيء للمهدى سلطانہ“ (۱)

”پھر خراسان سے ایک پرچم ظاہر ہو گا، یہ لوگ سفیان کے ساتھیوں کو شکست دے دیں گے یہاں تک کہ یہ لوگ بیت المقدس تک پہنچ جائیں گے اور مہدی کی حکومت کے لئے زمین ہموار کریں گے۔“

۳۔ ”قم“ اور ”رے“ میں زمین ہموار کرنے والے

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں روایت نقل کی ہے: ”رجل من قم يدعوا الناس إلى الحق يجتمع معه قوم قلوبهم كزبر الحديد، لاتزلهم الرياح العواصف، لا يملون من الحرب ولا يجنون و على الله يتوكلون والعاقبة للمتقين“ (۲)

”قم والوں میں سے ایک شخص لوگوں کو حق کی طرف دعوت دے گا۔ اس کے گرد ایک قوم جمع ہو جائے گی۔ ان کے دل اپنی چٹانوں کی طرح مضبوط ہوں گے انہیں بڑی سے بڑی آندھی نہیں ہلا پائے گی وہ جنگ سے ملول خاطر نہ ہوں گے ان کے اندر بزدلی کا نام و نشان بھی نہ ہوگا، اور ان کا اعتماد خدا پر ہوگا، اور انجام (عاقبت) متقین کے لئے ہے۔“

(۱) عصر الظہور/۲۰۶

(۲) بحار الانوار، ج/۶۰، ص/۲۱۶

۴۔ یمن میں زمین ہموار کرنے والے

امام کے ظہور سے پہلے یمن کی قیادت کے بارے میں امام محمد باقر نے یہ ارشاد فرمایا: ان پرچموں کے درمیان یمانی کے پرچم سے زیادہ برحق کوئی پرچم نہ ہوگا، وہ ہدایت کا پرچم ہے کیونکہ وہ تمہارے آقا کی طرف دعوت دے گا۔ (۱)

راہ ہموار کرنے والوں کے خصوصیات

۱ سیسہ پلائی ہوئی جماعت

سب سے پہلے ان جماعتوں کی جس خصوصیت پر نظر پڑتی ہے وہ ان کی قوت و صلاحیت، صلاحیت و استحکام ہے۔ اس مضبوط جماعت کے افراد، نہایت تجربہ کار اور مشاق ہوں گے اور زمین کو امام کے ظہور کے لئے آمادہ کریں گے اور تنہا زمین پر قابض طاغوتوں کا مقابلہ کریں گے جیسا کہ جناب شیخ کلینیش کی روایت کے مطابق امام جعفر صادق - نے آیت: (۲) کی تفسیر اسی جماعت سے کی ہے جب کہ روایت نے ان کی یہی عجیب و غریب صفت بیان کی ہے ”قلوبہم کزبر الحديد لاتزلہم الريح العواصف“ ان کے دل آبنی چٹانوں کی مانند ہوں گے جنہیں تیز و تند ہوائیں نہ ہلا سکیں گی۔ بیشک وہ دل ایسے ہیں جب کہ دلوں کی خاصیت یہ ہے کہ وہ نرم ہوتے ہیں لیکن ان کے دل طاغوتوں اور ظالموں کے مقابلہ میں آبنی چٹان کی طرح مضبوط ہو جائیں گے جو نہ

-----

(۱) گذشتہ حوالہ، ج/۵۲، ص/۲۳۲

(۲) الاسراء/۵

نرم پڑیں گے اور نہ ہی پگھل سکیں گے لہذا استحکام اور مضبوطی ان جماعتوں کی خصوصیات میں شامل ہے جن کو خدا وند عالم عالمی انقلاب اور دنیا کو تبدیل کرنے کی ذمہ داری عطا کرے گا اسی طرح جس جماعت کو خدا وند عالم عظیم تاریخ کا رخ موڑنے اور لوگوں کو ایک مرحلہ سے دوسرے مرحلہ کی طرف منتقل کرنے کے لئے منتخب کرتا ہے ان کی تمام خصوصیات اس جماعت میں موجود ہوں گی۔

۲۔ چینلج بننے والی جماعت

اس جماعت کا مشن ”عالمی نظام کو چینلج کرنا اور اس کے خلاف بغاوت اور سرکشی ہے۔ اور کسی کو کیا معلوم ہے کہ یہ عالمی نظام کیسا ہوگا اور یہ اتنی عظیم خدمت کے لئے کیسے آمادہ ہوگا اور اسے صحیح رخ پر کون لگائے گا اور اس کے لئے دنیا کے مختلف علاقوں میں طاقتوں اور حکمت عملی تیار کرنے والے اہم مراکز کی حفاظت کون کرے گا؟ یہ بیحد نازک اور نہایت سخت ذمہ داری ہے جسے وہ پوری دنیا کے نظام کو چلانے کے لئے اپنے کانڈھوں پر اٹھائیں گے اور اس کا تعلق کسی خاص علاقہ یا ملک سے نہیں ہوگا۔

یہ نظام مختلف قسم کے سیاسی، اقتصادی، عسکری اور اطلاعاتی تعادل و توازن برقرار رکھنے والے مختلف اداروں اور حکومت چلانے والے نظاموں سے جڑے ہوئے نظاموں اور ان نظاموں کے درمیان مختلف قسم کے سرخ برے اور پیلے خطوط (حدود) ہوں گے میرا خیال یہ ہے: ایک دوسرے سے مربوط جڑے ہوئے ان اداروں اور نظاموں میں عالمی سطح پر غلبہ حاصل کرنے کی عظیم طاقت اور صلاحیت موجود ہوگی بالکل اسی طرح جیسے ایک چھوٹی گاڑی (لوہے کا ایک بٹن یا ہتھوڑا بڑی بڑی عمارتوں کو منہدم کرنے میں استعمال ہوتا ہے) یعنی انسان معمولی اشاروں سے بڑے بڑے کام انجام دے گا یہی وجہ ہے کہ عالمی نظام سوویت یونین کے نظام کا شیرازہ بکھرنے سے پہلے اور اس کے بعد بھی ہر ایک کے لئے قابل احترام ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنی ظرفیت کے مطابق اس سے استفادہ کر رہا ہے جب کہ ظہور کی راہ ہموار کرنے والے ان جوانوں کی جماعت اس نظام کی بساط لپیٹ دے گی۔ یہ لوگ ان حکومتی اور غیر حکومتی اداروں کے نظم و ضبط تعادل اور شان و شوکت کا جنازہ نکال دیں گے اور ان جوانوں کے اوپر ان لوگوں کا کچھ بس نہیں چلے گا نہ وہ انہیں برداشت کر سکیں گے اور نہ ہی انہیں دور کر سکیں گے کیونکہ ان تمام حکومتوں اور ان سے متعلق اداروں اور مشینریوں کا کل زور اور شان و شوکت اپنے جیسے اداروں اور مشینریوں کے مقابلہ میں دکھائی دیتی ہے اور ان کے پاس سب سے بڑا اسلحہ قتل کرنا اور جیل میں ڈال دینا یا طرح طرح کے شکنجے دینا یا جلاوطن کر دینا ہے۔

جبکہ ان جوانوں کو ان چیزوں کا ذرہ برابر خوف نہیں ہے جیسا کہ روایت میں ان کی یہ صفت سے بیان کی گئی ہے: ”لاتزلہم الريح العواصف، لايملون من الحرب ولايجبنون وعلی اللہ ینوکلون والعاقبة للمتقين“ انہیں تندوتیز ہوائیں ان کی جگہ سے نہیں ہلا سکتیں یہ جنگ سے کبیدہ خاطر نہ ہوں گے اور نہ بزدل ہیں، اللہ پر توکل رکھنے والے اور عاقبت تو متقین کے لئے ہے۔“

یہ طے ہے کہ جو بزدل نہ ہو اور جنگ سے کبیدہ خاطر نہ ہوتا ہو اور اسے تیز وتند ہوا ئیں اس کی جگہ سے نہیں ہلا سکتیں، یہی ان کی اصل طاقت اور ان کا امتیاز ہے کہ ان کے یہاں بزدلی کا نام و نشان نہ ہوگا اور اسی صفت سے سپر پاور کہے جانے والے ممالک کے سامنے بڑی مشکل کھڑی ہو جائے گی۔

امریکہ میں جب کبھی صدارت کا انتخاب ہوتا ہے تو عوام کے جوش و جذبہ کو بڑھانے کے لئے صدارت کے امیدوار ٹی وی مکالمہ میں شرکت کرتے ہیں ایسا ہی ایک مباحثہ و مکالمہ امریکہ کے سابق صدر کارٹر اور ان کے مدمقابل امیدوار کے درمیان ہوا تھا۔ جس میں مخالف امیدوار نے کارٹر سے یہ سوال کیا تھا کہ بیروت میں امریکی بحریہ کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ اور دھماکہ کے باعث امریکہ کی ساکھ کو زبردست نقصان پہنچا ہے اور امریکہ کے صدر ہونے کی بنا پر آپ براہ راست اس نقصان کے ذمہ دار ہیں تو اس وقت کے امریکی صدر کارٹر نے اس کا جواب یہ دیا: تم ہی بتاؤ میں اس شخص کے مقابلہ میں کیا کر سکتا ہوں جو موت کے منہ میں کودنے کے لئے تیار ہو؟ ہمارے بس میں زیادہ سے زیادہ اتنا ہے کہ ہم لوگوں کو خوفزدہ کر کے ایسے واقعات سے دور رکھیں لیکن جو شخص ایسا دھماکہ کرنے کے لئے خود موت کے منہ میں کودنے کے لئے تیار ہو تو ہم اسے کیسے روک سکتے ہیں؟ آپ ہی بتائیے کہ اگر اس وقت میری جگہ آپ ہوتے تو کیا کرتے؟

مختصر یہ کہ عراق، ایران، افغانستان، لبنان، فلسطین، الجزائر، مصر، سوڈان اور اب بوسنیا میں سپر پاور اور بڑی طاقتوں کو چیلنج کرنے والی جماعتوں کے نمونے دیکھنے کو مل رہے ہیں۔

ان جماعتوں کی عجیب بات یہ ہے کہ ان کے بہادر، ظالموں اور جلاوٹوں نیز سپر پاور کو برا بھلا کہتے ہیں جب کہ وہ ان کے قبضہ میں ہیں یا ان کی حکومت میں ان ہی کے زیر نظر رہتے ہیں اور ان کو طرح طرح کی سزائیں اور شکنجے دئے جاتے ہیں مگر اس کے باوجود اس کام سے باز نہیں آتے اور نہ ہی ان کے سامنے جھکتے ہیں نہ کراہتے ہیں اور نہ کسی قسم کی آہ و فریاد کرتے ہیں بلکہ ان کا ایک بہادر جسے خدا جانے وہ کس کس طرح سے تکلیفیں پہنچا رہے تھے اور اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے: تمہارے دل میں یہ حسرت باقی چھوڑ جاؤں گا کہ تم صرف ایک بار ہی سہی میرے کراہنے، رونے یا آہ و فریاد کی آواز سن لو!

### ۳. عالمی رد عمل

جیسا کہ روایتوں میں بھی اشارہ موجود ہے کہ عالمی پیمانے پر اس جماعت کی مخالفت میں غصہ اور ناراضگی کا رد عمل سامنے آئے گا کیونکہ یہ جماعت ان کے کاروبار اور نظام حیات میں واقعاً اتھل پتھل کر کے کھلبلی مچا دے گا جس سے ان کا ناراض ہونا لازمی ہے۔

جناب ابان بن تغلب نے امام جعفر صادق سے یہ روایت نقل کی ہے: ”اذا ظہرت رایۃ الحق لعنہا اهل الشرق و اهل الغرب، أتدری لم ذلک؟ قلت: لا، قال: للذی یلقى الناس من اهل بیتہ قبل ظہورہ“ (۱)

”جب حق کا پرچم ظاہر ہوگا تو اس پر مشرق اور مغرب والے لعنت کریں گے (برا بھلا کہیں گے) کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایسا کیوں ہوگا؟ میں نے عرض کی نہیں۔

تو آپ نے فرمایا: ظہور سے قبل اہل بیت کی طرف سے لوگوں کو جن (حالات) کا سامنا کرنا پڑے گا۔“

اور یہ طے شدہ ہے کہ ظہور سے پہلے ان کے اہل بیت سے مراد وہی افراد ہوں گے جو ظہور کی راہ ہموار کریں گے اور عالمی حکومتوں کی ناک میں دم کر کے ان کا جینا دوپھر کر دیں گے۔

شیخ کلینی نے اپنی کتاب (روضہ الکافی میں خداوند عالم کے اس قول: (۲) کی تفسیر کے سلسلہ میں امام جعفر صادق کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: ”قال: قوم یبعثہم اللہ قبل خروج القائم فلا یدعون لآل محمد مبعضاً الا قتلوہ“

(۱) بحار الانوار، ۵۲/، ص ۶۳

(۲) اسراء، ۵

امام جعفر صادق نے فرمایا: ”اس سے مراد وہ قوم ہے جسے خداوند عالم قائم کے ظہور سے پہلے بھیجے گا، اور وہ آل محمد سے کشیدگی اختیار کرنے اور دور رہنے والے کو نہیں بلائیں گے مگر یہ کہ اسے قتل کر دیں گے۔“

تیاری کی منصوبہ بندی

امام زمانہ کے انقلاب کے لئے زمین کو آمادہ کرنا ہے حد وسیع و عریض اور اہم مرحلہ ہے اور اس مرحلہ کو سر کرنے کے لئے مومنین کی یہ جماعت دنیا کے ظالموں، استکباری اور طاغوتی طاقتوں کے سامنے اٹھ کھڑی ہوگی جب کہ تمام طاغوتی طاقتیں اپنے تمام اختلافات کو بھلا کر ان کے مقابلہ میں ایک وسیع و عریض متحدہ سیاسی پلیٹ فارم تیار کر لیں گی اور اس پلیٹ فارم کے قبضہ میں ہر طرح کے مال و دولت، حکومتی اور سیاسی ہتھکنڈے، فوجی طاقت اور ذرائع ابلاغ، روابط اور نظم و نسق جیسے طاقت و قوت کے وسائل ہوں گے۔

یہ تمام وسائل اسلامی بیداری کو نیست و نابود اور ناکام بنانے کے لئے استعمال کئے جائیں گے لہذا جو جماعتیں دنیا کو امام کے ظہور کے لئے آمادہ کرنے کا منصوبہ لے کر اٹھ کھڑی ہوں گی ان کے پاس بھی اسی قسم کے آلات و وسائل موجود ہونا ضروری ہیں بلکہ اس کے علاوہ ان کے پاس ایمانی جذبہ اور جہادی تربیت اور سیاسی شعور بھی تا حد کافی ہونا ضروری ہے کیونکہ تیاری کے اس منصوبہ کے دو حصہ ہوں گے:

پہلا حصہ

ایمانی جذبہ اور جہادی تربیت نیز سیاسی شعور، یہ چیزیں ان کے مد مقابل کے یہاں مفقود ہوں گی۔

دوسرا حصہ

وہ تمام سیاسی، فوجی، اقتصادی، انتظامی اور میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے وسائل کی فراہمی جو ایسے معرکہ کے لئے ضروری ہیں۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ جو مومن جماعت دنیا کو امام کے ظہور کے لئے تیار کرے گی اس کے لئے ان تمام چیزوں اور قوتوں کی فراہمی ضروری ہے چاہے وہ اس میں اپنے مدمقابل عالمی اتحاد کی برابری نہ کر سکے نیز یہ بھی طے ہے کہ ایک سیاسی نظام اور باقاعدہ کسی حکومت کے بغیر یہ کام ممکن نہیں ہے۔ اور وہ حکومت جس کی بشارت احادیث میں کثرت کے ساتھ دی گئی ہے وہ ظہور کی تیاری کرنے والی جماعت کی ہی حکومت ہوگی اس کے بغیر امام کے ظہور کے فطری اسباب فراہم نہ ہوں گے لہذا اس کا وجود امام کے ظہور سے پہلے یقینی ہے اور یہ بھی طے ہے اس قسم کی قدرت حاصل کرنے کے لئے واقعات و جہد کی ضرورت ہے اور صرف تماشائی بنے رہنے یا ”انتظار“ سے کام چلنے والا نہیں ہے۔

انتظار کا صحیح مفہوم

روایات میں انصار کا تذکرہ

ظہور امام کی تیاری کرنے والی جماعت انصار کی جماعت سے پہلے ہوگی اور اس جماعت کے افراد گذشتہ جماعت کے شاگرد ہوں گے اور یہ لوگ ان سے مختلف خصوصیات اور ممتاز صفات کے حامل ہوں گے۔

اس مقام پر ہم اس جماعت کے بارے میں وارد ہونے والی روایتوں میں سے صرف ایک روایت کو بطور نمونہ ذکر کر رہے ہیں یہ روایات شیعہ اور سنی دونوں طرق سے مروی ہیں اس روایت میں ”طالقان“ کے جوانوں کا تذکرہ ہے:

طالقان کے جوان مرد

مفتی ہندی نے ”کنز العمال“ میں، سیوطی نے اپنی کتاب ”حاوی“ میں امام مہدی کے ان انصار کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے جن کا تعلق ”طالقان“ سے ہوگا:

”وياً للطالقان فان للہ عزوجل بها كنوزاً ليست من ذهب ولا فضة، ولكن بها رجال عرفوا الله حق معرفته وهم أنصار المهدي“ (۱)

”قابل رشک ہے طالقان کیونکہ بے شک وہاں خداوند عالم کے ایسے خزانے ہیں جو نہ سونا ہے اور نہ چاندی بلکہ وہ ایسے مرد ہیں جن کے پاس خداوند عالم کی کامل معرفت ہے یہی کامل معرفت افراد مہدی کے انصار ہیں۔“

ینابیع المودة قندوزی میں ہے: ”بخ بخ للطالقان“ (۲) علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں یہ روایت نقل کی ہے: ”کنز بالطالقان ما هو بذهب ولا فضة، رایة تنشر مذ طویت، ورجال قلوبهم زبر الحديد لا يشوبها شك في ذات الله اشد من الجمر، لو حملوا على الجبال لأز الوها، لا يقصدون برائاتهم بلدة الأخر بوا كأن خيولهم العقبان، يتمسحون بسرج الامام يطلبون بذلك البركة ويحفون به ويقونة بأ نفسهم في الحروب، يبيتون قياماً على أطرافهم ويصبحون على خيولهم، زهبان بالليل ليوث بالنيهار، هم اطوع من الامة لسيدها، كالمصاييح في قلوبهم القناديل وهم من خشيتها مشفقون،

(۱) کنز العمال، ۷/ص، ۲۶

(۲) ینابیع المودة، ص، ۴۴۹

یدعون بالشهادة ویتمنون أن یقتلوا فی سبیل الله شعارهم: یا لثارات الحسین، اذا ساروا یسير الرعب أمامهم مسيرة شهر، یمشون الى المولى ارسالاً، بهم ینصر الله امام الحق“

”طالقان میں ایسا خزانہ ہے جو سونا اور چاندی نہیں ہے اور ایک ایسا پرچم ہے جسے جب سے لپیٹا گیا ہے وہ کھلا نہیں ہے اور ایسے مرد میدان ہیں کہ ان کے دل اپنی چٹان کے مانند ہیں، جن کے اندر ذات خدا کے بارے میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے، یہ پتھروں سے زیادہ مضبوط ہیں، اگر یہ پہاڑوں پر (حملہ کر دیں) تو اسے اس کی جگہ سے ہٹا دیں گے۔ اپنے پرچم کو کسی شہر کی طرف لے کر نہیں بڑھیں گے مگر یہ کہ اسے ویران کر ڈالیں گے گویا ان کے گھوڑے پر ندوں کی طرح ہوں گے، امام کی زین کو مسح کر کے وہ اس سے برکت حاصل کریں گے اور جنگ میں اس سے انہیں طاقت و قوت ملے گی، رات بھر خدا کی عبادت میں جاگ کر گزارنے والے اور صبح ہونے پر اپنے گھوڑوں پر سوار ہونے والے ہیں۔

راتوں کو راب (صفت) دن میں شیرنر، اپنے آقا کے لئے کنیز سے زیادہ فرمانبردار، چراغوں کی طرح، جیسے ان کے دلوں میں قندیلیں روشن ہوں، خداوند عالم کی خشیت سے خائف، انہیں شہادت کے لئے دعوت دی جائے گی، ان کی تمنا راہ خدامیں شہید ہونا ہے ان کا نعرہ ”یا لثارات الحسین“ جب وہ آگے بڑھیں گے تو ان کا رعب و دبدبہ ان سے ایک مہینہ کے فاصلہ پر آگے آگے چلے گا، اپنے مولیٰ کی طرف بڑھیں گے ان کے ذریعہ خداوند عالم امام حق کی نصرت کرے گا۔“ (۱)

(۱) بحار الانوار، ج، ۵۲، ص، ۳۰۷

امام کے اصحاب جوان ہوں گے

روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام کے اکثر اصحاب بھر پور جوان ہوں گے اور ان میں بوڑھے اور ضعیف افراد بالکل نادر و نایاب ہوں گے۔ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں یہ روایت نقل کی ہے: ”اصحاب المہدی شباب لاکہول فیہم الا کمثل کحل العین“ (۱) ”مہدی کے اصحاب جوان ہوں گے ان کے درمیان کوئی بوڑھانہ ہوگا مگر اتنی ہی تعداد (مقدار) میں جتنا آنکھ میں سرمہ ہوتا ہے۔“

امام کے انصار کی تعداد علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں یہ روایت کی ہے: ”فیجمع الله علیہ اصحابہ، ہم ثلاثمئة وثلاثة عشر رجلاً ویجمعہم علیہ علی غیر ميعاد فیبايعونه بین الركن والمقام، ومعہ عهد من رسول الله قد توارثتہ الابناء عن الآباء“ (۲) ”خداوند عالم ان کے گرد ان کے اصحاب کو جمع کر دے گا ان کی تعداد ۳۱۳ ہوگی اور خداوند عالم انہیں کسی ميعاد کے بغیر جمع کر دے گا، پھر وہ رکن و مقام کے درمیان اس کی بیعت کریں گے آپ کے ہمراہ رسول خدا کا وہ عہد ہوگا جو اولاد



ور اہل بصیرت بھی -

### ۳ شعور اور بصیرت

روایت میں امام کے انصار کے شعور اور بصیرت کا تذکرہ نہایت حسین انداز سے کیا گیا ہے۔ ”کالمصائب کان فی قلوبہم القنادیل“ ”چراغوں کی مانند جیسے ان کے دلوں میں قندیلوں روشن ہوں۔“ ”بھلا یہ ممکن ہے کہ تاریکی چراغ کو توڑ ڈالے؟ ہاں یہ تو ممکن ہے کہ اندھیرا چاروں طرف سے چراغ کو گھیر لے لیکن وہ اسے گل نہیں سکتا ہے۔“

چاہے جتنی زیادہ تاریکی پھیل جائے اور فتنوں کا راج ہو مگر امام زمانہ کے انصار کے دلوں میں شک و شبہ کا گذر نہ ہوگا اسی لئے وہ شک و شبہ کا شکار نہ ہوں گے نہ ہی واپس پلٹیں گے اور نہ ہی راستہ چلتے وقت اپنے پیچھے مڑ کر دیکھیں گے ان کی اس صفت کے لئے روایت میں یہ جملہ ہے ”لا یثوبھا شک فی ذات اللہ“ ذات خدا کے بارے میں ان کے یہاں شک کی آمیزش بھی نہ ہوگی چنانچہ شک کی آمیزش کا مطلب شک اور یقین کا مجموعہ ہے۔ بعض اوقات شک یقین کو پارہ پارہ کر دیتا ہے اور شک کو شکست دینے والے یقین کو ثبات حاصل نہیں ہوتا۔ اس صورت حال سے اکثر مومنین دوچار ہوتے رہتے ہیں لیکن امام کے انصار ایسے ہوں گے کہ ان کے یقین میں شک کی آمیزش بھی نہ ہوگی ایسا خالص یقین ہوگا جہاں دور دور تک شک کا شائبہ بھی نہ ہوگا۔

### ۴۔ عزم محکم

اس بصیرت کے نتیجے میں ان کے اندر ایسا مضبوط عزم و حوصلہ پیدا ہو جائے گا جس میں کسی قسم کا شک و تردید یا بازگشت کا سوال نہ ہوگا۔ ان کی اس استحکام کو روایت میں ”الجمر“ کہا گیا ہے جو ایک شاندار مثال ہے کیونکہ شعلہ جب تک روشن رہتا ہے وہ چیز کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے اور روایت کے الفاظ یہ ہیں ”اشد من الجمر“ کہ وہ شعلے سے زیادہ شدید ہوں گے یہ ان کے عزم و حوصلہ کے استحکام کے بہترین مثال ہے ہمیں معلوم کہ خداوند عالم نے طالقان کے جوانوں کے اندر شعور و آگہی، عزم و یقین اور قدرت و طاقت کی کون سی طاقت و دیعت فرمادی ہے؟ کیونکہ اس روایت میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ عام طور سے سننے میں نہیں آتے ہیں گویا کہ یہ حدیث ان کی محبت اور شدت عشق کی ترجمانی کر رہی ہے: ”زیر الحدید، کالمصائب، کأن فی قلوبہم القنادیل، اشد من الجمر، رہبان باللیل لیوث بالنہار“

گویا کہ الفاظ کے دامن میں جتنی وسعت تھی حدیث نے ان جوانوں کے شعور و آگہی، قوت و بصیرت اور عزم و حوصلہ کے نفوذ کی عکاسی کے لئے زبان و بیان کی تمام توانائیوں کو صرف کر دیا ہے۔

### ۵۔ قوت و طاقت

روایت میں طالقان کے جوانوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اتنے زیادہ طاقتور ہوں گے کہ اپنے زمانے میں جن جوانوں کو جانتے ہیں ان کے یہاں ایسی شجاعت کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا نہ اس جملہ پر غور کیجئے: ”کأن قلوبہم زبر الحدید“ گویا کہ ان کے دل اپنی چٹان ہیں۔

کیا آپ نے دیکھا ہے کہ کوئی شخص ہاتھ میں لوہے کا ٹکڑا لے کر اسے پگھلا دے اسے توڑ دے یا نرم کر دے؟ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے: اگر یہ پہاڑ پر حملہ کر دیں تو اسے اس کی جگہ سے ہٹا دیں گے، اپنے پرچموں کے ساتھ کسی شہر کا رخ نہیں کریں گے مگر یہ کہ اسے ویران کر کے رکھ دیں گے گویا کہ وہ ہوا پر اڑنے والے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوں گے۔“

ان عجیب و غریب تعبیروں سے ان کی عظیم قدرت و طاقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور یہ طاقت دنیا پر قابض ظالموں اور جابروں کے پاس موجود نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ صرف عزم و ارادہ اور یقین کی طاقت ہے۔

### ۶۔ موت کی آرزو اور شوق شہادت

”یدعون بالشہادۃ ویتمنون أن یقتلوا فی سبیل اللہ“ ”بے شک موت نوے اور سو سال کے ضعیف العمر اور بوڑھے افراد کو بھی خوفزدہ کر دیتی ہے جب کہ ان کے پاس دنیا کی کوئی لذت اور خواہشات باقی نہیں رہ جاتی ہیں۔“

میرا خیال یہ ہے کہ جس موت کے نام سے بڑے بوڑھے لڑجاتے ہیں یہ جوان عنفوان شباب سے ہی اس کے عاشق اور دیوانے ہوں گے اور شہادت کی محبت دو چیزوں سے پیدا ہوتی ہے اور انسانی زندگی میں اس سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں شہادت کی محبت کی وجہ دنیا سے چشم پوشی اور خدا سے وابستگی اور اسی کی طرف رخ کر لینا ہے لہذا جب انسان اپنے دل میں پائی جانے والی دنیا کی محبت سے نبرد آزما ہے اور اس سے بالکل قطع تعلق کر لیتا ہے اور اس کے فریب میں نہیں آتا تو اس راستہ کی پہلی منزل طے ہوجاتی ہے اور یہ منزل دوسری منزل سے بے حد دشوار ہے جب کہ اس کا

دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں خدا کی محبت جاگزیں ہو جائے انسان اس کے ذکر اور محبت کا ہی دلدادہ بن جائے اور ایسے دل کمالک انسان اپنے قلب بلکہ پورے وجود کے ساتھ خدا کی طرف رخ کر لیتا ہے جس کے بعد ایسے افراد کی نظر میں دنیا کی کسی چیز کی کوئی وقعت نہیں رہ جاتی یہ لوگ دوسروں کے ساتھ دنیا میں زندگی گزارتے رہتے ہیں اور ان کے ساتھ بازاروں اور اجتماعات میں دکھائی دیتے ہیں مگر یہ قلبی اعتبار سے دنیا سے غائب رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ”حاضر غائب“ کہا جا سکتا ہے یہ موت کے عاشق ہوتے ہیں موت سے محبت کرتے ہیں جب کہ اکثر لوگ موت کے نام ہی سے لرز جاتے ہیں، یہ شہادت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس میں انہیں اپنے رب سے ملاقات کا سامان نظر آتا ہے اور ان کے دل میں شہادت راہ خدا کا ایسا ہی شوق ہوتا ہے جیسے عام لوگوں کو دنیا کی رنگینیوں کا شوق ہوتا ہے بلکہ ان کا شوق شہادت لوگوں کے شوق دنیا سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

بہت کم لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو ان کی معرفت رکھتے ہوں، خاص طور سے اہل مغرب تو ان کی معرفت اور انہیں سمجھنے سے ہی قاصر ہیں اہل مغرب کبھی انہیں خودکشی کرنے والا کہتے ہیں حالانکہ خودکشی کرنے والا اسے کہا جاتا ہے جو دنیا سے آزرده خاطر ہو جاتا ہے اور اس کے سامنے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں جب کہ ان جوانوں کے سامنے دنیا کے راستے بالکل کھلے ہوتے ہیں دنیا ان کے ساتھ دل لگی کرے گی اور وہ اپنی تمام زینتوں اور آرائشوں کے ساتھ ان کے سروں پر سایہ فگن ہوتی ہے انہیں اپنے فریب میں پھنسانے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے تو پھر وہ دنیا سے کس طرح آزرده خاطر ہو سکتے ہیں جب کہ ان کے سامنے دروازے بند نہیں ہوں گے بلکہ وہ اس سے منہ پھیر لیں گے کیونکہ ان کے دل میں خدا کی ملاقات کا شوق ہوگا۔ اہل مغرب کبھی ان لوگوں کو دہشت گرد کہتے ہیں جب کہ یہ دہشت گرد نہیں ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ دہشت گردی سے نہیں ڈرتے ہیں تو یہ حقیقت سے قریب تر ہے۔

مختصر یہ کہ یہ دونوں چیزیں خدا کی راہ میں شہادت کی بنیاد ہیں لیکن جو چیز شہادت کی محبت سے پیدا ہوتی ہے وہ عزم و ارادہ اور قوت و طاقت ہے کیونکہ موت کا وہ خواہشمند انسان جو اپنے کو دنیا سے آزاد کر سکتا ہے اس کے اندر وہ عزم و حوصلہ پایا جاتا ہے جو دوسروں کے یہاں یکسر مفقود ہوتا ہے۔

اور اس عزم و ارادہ سے ان لوگوں کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا جو مادی وسائل پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔

#### ۷. متوازن شخصیت

”رہبان باللیل لیوث بالنہار“ اس جماعت کی ایک واضح صفت اور علامت یہ ہے کہ یہ لوگ متوازن شخصیت کے مالک ہوں گے اور یہی ان کی قوت اور نفوذ کا راز ہے، یعنی دنیا و آخرت اور قوت و بصیرت کے درمیان توازن قائم رکھنا اور خداوند عالم اسی توازن اور اعتدال قائم کرنے کو پسند کرتا ہے اور افراط و تفریط یا دائیں بائیں جھکاؤ کو ناپسند کرتا ہے جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: < وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا > (۱)

”اور جو کچھ خدا نے دیا ہے اس سے آخرت کے گھر کا انتظام کرو اور دنیا میں اپنا حصہ بھول نہ جاؤ۔“  
یا خداوند عالم نے ہمیں اس دعا کی تعلیم دی: (۲)

(۱) قصص ۷۷/

(۲) بقرہ ۲۰۱/

”پروردگار ہمیں دنیا اور آخرت میں نیکی عطا فرما۔“

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے: (۳)

”اور خیردار نہ اپنے ہاتھوں کو گردنوں سے بندھا ہوا قرار دواور نہ بالکل پھیلا دو کہ (آخرت میں) قابل ملامت اور خالی ہاتھ بیٹھے رہ جاؤ۔“

اسی توازن اور اعتدال میں یہ بھی شامل ہے کہ انسان اللہ کی عبودیت و بندگی اور مومنین کے سامنے انکساری اور کافرین کے مقابل سبب پلائی ہوئی مستحکم دیوار دکھائی دے: (۴)

”مومنین کے سامنے خاکسار اور کفار کے سامنے صاحب قوت ہوگی۔“

اسی توازن و اعتدال میں یہ بھی شامل ہے کہ خدا پر توکل اور مستقبل کی منصوبہ بندی کے ساتھ محنت و مشقت اور جہد مسلسل کے درمیان توازن قائم رکھے جیسا کہ امیر المومنین نے خطبہ ہمام میں متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے اس

توازن و اعتدال کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے: ”فمن علامة أحدهم أنك ترى له قوة في دين، و حزمًا في لين، و علمًا في حلم، و قصدًا في غنى، و جمالًا في فاقة، و صبرًا في شدة، يعمل الأعمال الصالحة و هو على وجل، يبيت حذرًا و يصبح فرحًا، يمزج الحلم بالعلم، و القول بالعمل، في الزلازل و قور، و في الرخاء شكور، نفسه منه في عناء و الناس منه في راحة“ (۱)

(۳) اسراء/ ۲۹  
(۴) مائدہ/ ۵۴

(۱) نہج البلاغہ، اقتباس از خطبہ متقین، ج/۲، ص/۱۶۴، شرح محمد عبیدہ  
”ان کی ایک علامت یہ بھی ہے ان کے پاس دین میں قوت، نرمی میں شدت احتیاط، یقین میں ایمان، علم کے بارے میں طمع، حلم کی منزل میں علم، مالداری میں مینمانہ روی، فاقہ میں خودداری، سختیوں میں صبر، وہ نیک اعمال بھی انجام دیتے ہیں تو لرزتے ہوئے انجام دیتے ہیں، خوف زدہ عالم میں رات کرتے ہیں فرح و سرور میں صبح، یہ حلم کو علم سے اور قول کو عمل سے ملائے ہوئے ہیں، زلزلوں میں باوقار - دشواریوں میں صابر - آسانیوں میں شکر گزار دشمن پر ظلم نہیں کرتے ہیں۔ ان کا اپنا نفس ہمیشہ رنج میں رہتا ہے اور لوگ ان کی طرف سے ہمیشہ مطمئن رہتے ہیں۔“  
یہ اعتدال، امام کے انصار کی واضح صفت اور پہچان ہے۔

۸۔ رہبان باللیل لیوٹ بالنہار

اس توازن کی طرف روایت کا یہ جملہ اشارہ کر رہا ہے ”رہبان باللیل لیوٹ بالنہار“ ”رہبان شب اور دن میں شیر نر“  
”بواضح رہے کہ دن اور رات انسان کی شخصیت سازی میں دو الگ الگ کردار ادا کرتے ہیں لیکن ان دونوں کے ملنے کے بعد ہی ان کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ دونوں ہی ایک مبلغ اور مجاہد مومن کی شخصیت کے لئے بنیادی اعتبار سے ضروری ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر رات کی عبادتیں نہ ہوں گی تو انسان دن میں مشکلات کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ اور اس کے اندر خردار راستوں پر سفر جاری رکھنے کی طاقت پیدا نہیں ہوگی اور اگر یہ دن کی جدوجہد نہ ہوگی تو پھر رات بھی قائم باللیل کے لئے سماج میں دین الہی کی تبلیغ کے راستے میں مانع ہو جائے گی۔  
اور اس طرح انسان دنیاوی زندگی کے دوسرے مرحلہ یعنی عبادت الہی کے بعد اپنی زندگی کے اہم حصہ سے ہاتھ دھو بیٹھے گا جس کا نام بندگی خدا کی طرف دعوت دینا ہے۔

قرآن مجید میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ دین خدا کی تبلیغ میں نماز شب اہم کردار ادا کرتی ہے تبلیغ اسلام کے ابتدائی دور میں ہی رسول اکرم پر سورہ ”مزل نازل ہوا تھا جس میں پروردگار عالم نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ دن کے بھاری اور مشقت آور کاموں کو انجام دینے کے لئے اپنے نفس کو رات کی عبادتوں کے ذریعہ تیار کریں جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

(۱)

”اے میرے چادر لپیٹنے والے، رات کو اٹھو مگر ذرا کم، آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر دو، یا کچھ زیادہ کر دو اور قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر باقاعدہ پڑھو، ہم عنقریب تمہارے اوپر ایک سنگین حکم نازل کرنے والے ہیں، ہے شک رات کا اٹھنا نفس کی پامالی کے لئے بہترین ذریعہ اور ذکر خدا کا بہترین وقت ہے، ہے شک آپ کے لئے دن میں بہت سے مشغولیات ہیں۔“  
اس آیت میں ”ناشئة اللیل“ (رات کا اٹھنا) کی جو تعبیر استعمال ہوئی ہے یہ انتہائی دقیق اور پر معنی ہے کیونکہ جو انسان اہم اور مشکل کاموں کے لئے اپنے کو تیار کرتا ہے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتا ہے وہی دن کے طاقت فرسا کاموں کو انجام دے سکتا ہے۔

اور خطبہ متقین میں امیر المومنین - نے جناب ہمام کے لئے متقین کی زندگی کے ان دونوں حصوں یعنی رات اور دن کی توصیف اس انداز سے کی ہے:

”أما اللیل فصافون أقدامهم، تالین لاجزاء القرآن یرتلونہ ترتیلاً،

(۱) مزل/ ۱ تا ۷

يَحْزَنُونَ بِهِ أَنْفُسَهُمْ وَيَسْتَثِيرُونَ بِهِ دَوَاءَ دَائِهِمْ، فَاذَا مَرُوا بِآيَةِ تَشْوِيقِ رُكْنِهَا طَمَعاً وَتَطَلُّعَتْ نَفْسُهُم إِلَيْهَا شَوْقاً، وَظَنُوا أَنَّهُانَصَبُ أَعْيُنِهِمْ، وَإِذَا مَرُوا بِآيَةِ تَخْوِيفِ أَصْغَوُا إِلَيْهَا مَسَامِعَ قُلُوبِهِمْ أَمَا النَّهَارُ فَحُلَمَاءُ عُلَمَاءِ أُبْرَارٍ أَتَقِيَاءُ قَدْ بَرَاهِمَ الْخَوْفَ بِرَى الْقَدَاحِ، يَنْظُرُ إِلَيْهِمُ النَّاطِرُ فَيَحْسِبُهُمْ مَرْضَى وَمَا بِالْقَوْمِ مِنْ مَرْضٍ“

”راتوں کے وقت مصلے پر کھڑے رہتے ہیں خوش الحانی کے ساتھ تلاوت قرآن کرتے رہتے ہیں۔ اپنے نفس کو محزون رکھتے ہیں اور اسی طرح اپنی بیماری دل کا علاج کرتے ہیں۔ جب کسی آیت ترغیب سے گذرتے ہیں تو دل کے کانوں کو اس کی طرف یوں مصروف کر دیتے ہیں جیسے جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ پکار مسلسل ان کے کانوں تک پہنچ رہی ہو۔ اس کے بعد دن کے وقت تک یہ بردبار علماء اور دانشمندانیک کردار اور پرہیزگار ہوتے ہیں جیسے انہیں تیر انداز کے تیر کی طرح خوف خدا نے تراشا ہو دیکھنے والا انہیں دیکھ کر بیمار تصور کرتا ہے حالانکہ یہ بیمار نہیں ہیں۔“

بے شک رات اور دن انسانی زندگی کے دو حصے ہیں جو ایک دوسرے کی تکمیل کرتے رہتے ہیں رات کے کچھ لوگ اور مخصوص حصے ہوتے ہیں، اسی طرح دن کے حصے اور اس کے اپنے لوگ ہوتے ہیں جو دن والے افراد ہوتے ہیں وہ رات کے حصے سے محروم رہ جاتے ہیں اور جو اہل شب ہیں انہیں دن کے حصے خدا کی طرف تبلیغ، اقامہ حق، اور لوگوں کو بندگی خدا کی طرف دعوت دینے سے مانع ہو جاتے ہیں لیکن امام زمانہ کے ساتھی اہل شب بھی ہوں گے اور مردان روز بھی ہوں گے جنہیں خداوند عالم دن اور رات دونوں کے حصوں سے مالا مال کرے گا۔

سَمَةُ الْعَبِيدِ مِنَ الْخُشُوعِ عَلَيْهِمُ  
لِلَّهِ انْضَمَّتْهُمُ الْأَسْحَارُ

فَاذَا تَرَجَّلَتْ الضَّحَىٰ شَهَدَتْ لَهُمْ  
بِيضَ الْقَوَاضِبِ أَنَّهُمْ أَحْرَارُ

اگر ان لوگوں کے پاس رات کی دولت نہ ہو تو یہ تن تنہا زمین پر قابض طاغوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور اگر یہ اہل روز نہ ہوں تو زمین کوشرک کی گندگی سے پاک کر کے اس پر توحید الہی اور عدل کا پرچم نہیں لہرا سکتے۔ اور اگر یہ اہل شب نہ ہوں گے تو غرور کا شکار ہو کر صراط مستقیم سے بہک جائیں گے۔

دو مرحلے یا دو جماعتیں ہمارے سامنے دو جماعتیں موجود ہیں: ایک ہم عصر جماعت ہے جس نے مارکسی اشتراکیت اور سرمایاداری نیز کمے ونزم کی شکست اور ان کا جنازہ نکلتے ہوئے دیکھا ہے اس سے زمین امام زمانہ کے ظہور کے لئے تیار ہو رہی ہے ”یہ ظہور کے لئے تیاری کرنے والی جماعت ہے“ اور دوسرا گروہ ”انصار“ کا ہے لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ صرف دو جماعتیں ہیں یا تاریخ کے دو مرحلے ہیں؟ مجھے نہیں معلوم لیکن بعید نظر آتا ہے کہ یہ عظیم اقدام ایک ہم عصر جماعت کے ذریعہ پورا ہو جائے۔

انتظار کا صحیح مفہوم

انتظار کے دوران ہماری ذمہ داریاں

اس وقت ہم انتظار کے دور سے گذر رہے ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ تاریخ اسلام کا سب سے طویل دور ہو تو پھر اس کے دوران ہمارے واجبات اور ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ نندہ صفحات میں ہم ان ہی ذمہ داریوں کا مختصر سا خاکہ پیش کر رہے ہیں:

(۱) شعور اور بیداری

شعور و گہمی کی چند قسمیں ہیں:

۱. شعور توحید: پوری کائنات کا خالق اللہ ہے دنیا کی ہر چیز اسی کے حکم کی تابع ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور زمین و سماں کی ہر چیز اسی کے سامنے مسخر ہے کسی شی کا اپنے بارے میں کوئی اختیار نہیں ہے جیسا کہ سورہ اعراف کی ۵۴ ویں آیت میں ارشاد ہے: ”اور فتاب و مابتاب اور ستارے سب اسی کے حکم کی تابع ہیں اسی کے لئے خلق بھی ہے اور امر بھی اس کی ذات نہایت ہی با برکت ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے۔“

۲. سیاسی گھٹن کے دوران وعدہ الہی کا شعور: افسوس اور لاچاری کی فضائیز گھٹن کے سخت ترین ماحول میں بھی انسان خداوند عالم کے اس قول پر یقین و اذعان رکھے اگرچہ ایسے گھٹن کے عالم میں وعدہ الہی پر یقین بہت سخت کام ہے: > وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ <۔ (۱) ”خبردار سستی نہ کرنا، مصائب پر محزون نہ ہونا، اگر تم صاحب ایمان ہو تو سر بلند ہی تمہارے ہی لئے ہے۔“

یا خداوند عالم کا یہ قول ہے: > وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضِعُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنُكَرِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ < (۲) ”اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنا لیں اور زمین کا وارث قرار دے دیں، اور انہیں روئے زمین کا اقتدار دیں۔“

(۱) ل عمران/ ۱۳۹

(۲) قصص/ ۶۰۵

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

> وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ < (۱) ”اور ہم نے ذکر کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے۔“ یا خداوند عالم کا یہ قول: > لِأَعْلِينَ أَنَا وَرُسُلِي < (۲) ”بیشک میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔“ یا ارشاد ہوتا ہے: (۳) ”اور اللہ اپنے مددگاروں کی یقیناً مدد کرے گا۔“

۳. روئے زمین پر مسلمانوں کی حکومت کا شعور: یہ بشریت کی قیادت یعنی امامت کی گواہی ہوگی چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: > وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا < (۴) ”ہم نے تم کو درمیانی امت قرار دیا ہے تاکہ تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو اور پیغمبر تمہارے اعمال کے گواہ رہیں۔“

۴. حیات بشری میں اس دین کے عملی ہونے کا شعور: تبلیغ کے ذریعہ فتنہ و فساد اور موانع کے خاتمہ کا جذبہ جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: > وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ < (۵) ”اور ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک سارا فتنہ ختم نہ ہو جائے اور دین صرف اللہ کا رہ جائے۔“

(۱) انبیاء/ ۱۰۵

(۲) مجادلہ/ ۲۱

(۳) حج / ۴۰

(۴) بقرہ/ ۱۴۳

(۵) بقرہ/ ۱۹۳

۵. تاریخ اور سماج پر حاکم سنت الہیہ کا شعور: اور ان سنتوں کے ضمن میں تیاری، تمہید اور حرکت و عمل کی ضرورت نیز ان کی خلاف ورزی کا محال ہونا اسی لئے خداوند عالم نے مسلمانوں کو اس فیصلہ کن جنگ کی تیاری کا حکم دیا ہے: > وَأَعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ < (۱)

(۲) امید ورز

اگر بندہ خداوند عالم کی قوت و طاقت، سلطنت اور وعدوں سے لولگائے تو نہ یہ امید فنا ہو سکتی ہے اور نہ ہی ایسا امید

وار ناکام و نامراد ہو سکتا ہے اور اس رزو اور امید کے سہارے ہی ایک مسلمان اپنی رسی کو خدا کی رسی اور اپنی طاقت کو خدا کی طاقت میں ضم کر دیتا ہے اور جو شخص اپنی رسی کو خدائی رسی سے باندھ لے تو پھر اس کی قوت و طاقت اور سلطنت ختم نہیں ہو سکتی ہے۔

(۳) استقامت

رزو کا نتیجہ استقامت و پائیداری ہے: بالکل اسی طرح جیسے کوئی ڈوبتا ہو انسان بچانے والے کسی فرد کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھتا ہے تو پھر پانی کی موجوں کا مقابلہ شروع کر دیتا ہے اور اس مقابلہ کے لئے اس کے اعضائے بدن اور عضلات کے اندر ناقابل تصور حد تک قوت اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۴) حرکت

حرکت کا ہی دوسرا نام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نیز خدا کی طرف دعوت دینا ظہور امام اور پ کی عالمی حکومت کے لئے حالات فراہم کرنا نیز ایسی مومن جماعت کو

(۱) انفال/۶۰

مادہ اور تیار کرنے کا نام ہے جو شعور و ادراک ایمان و تقویٰ اور نظم و ضبط اور قوت و طاقت کے میدان میں امام کی مدد کی اہل ہو اور اس کے اندر پ کے ظہور کی تیاری کرنے کی صلاحیت موجود ہو جیسا کہ ل عمران کی ۱۰۴ ویں آیت میں اشارہ موجود ہے: ”اور تم میں سے ایک گروہ کو ایسا ہونا چاہئے جو خیر کی دعوت دے، نیکیوں کا حکم دے، برائیوں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات یافتہ ہیں۔“

(۵) ظہور امام کے لئے دعا

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ عمل اور تحریک نیز امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ساتھ ظہور کی دعا کرنا ظہور امام کے قریب ہونے کا ایک بہتر ذریعہ ہے جیسا کہ ظہور امام کے سلسلہ میں کثرت کے ساتھ دعا نئی وارد ہوتی ہیں نیز روایتوں میں انتظار کا ثواب بھی بیان کیا گیا ہے ان ہی میں سے ایک یہ دعا بھی ہے جو عام طور سے مومنین کی زبانوں پر ربت ی ہے: ”اللّٰهُمَّ كُنْ لَوْلِيكَ الْحَجَّةُ ابْنُ الْحَسَنِ، صَلَوَاتِكَ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ بَآئِهِ فِي بَدْءِ السَّاعَةِ وَفِي كَلِّ سَاعَةٍ، وَلِيًّا وَحَافِظًا، وَقَائِدًا وَنَاصِرًا وَدَلِيًّا وَعَيْنًا، حَتَّىٰ تَسْكُنَهُ أَرْضُكَ طَوْعًا وَتَمَتَّعَهُ فِيهَا طَوِيلًا“ (۱)

خدا یا اپنے ولی حضرت حجّ بن الحسن پر تیرا سلام و درود ان پر اور ان کے بائے طاہرین پر، ان کے لیے اس ساعت میں اور ہر ساعت میں سر پرست محافظ پیشوا، مددگار رہنما اور نگران ہو جا، تا کہ انہیں اپنی زمین میں سکون کے ساتھ سکونت عطا کر اور انہیں ایک طویل مدت تک راحت عنایت فرما۔

(۱) مفاتیح الجنان اعمال شب ۲۳ رمضان

شکوہ و دعا

امام زمانہ سے منقول دعائے افتتاح میں ہم یہ شکوہ کرتے ہیں اور پھر ہماری زبان پر یہ شیریں جملات جاتے ہیں: ”اللّٰهُمَّ اِنَّا نَشْكُو اِلَيْكَ فَقْدَ نَبِيِّنَا، وَغِيْبَةَ وَلِيِّنَا، وَكَثْرَةَ عَدُوِّنَا، وَقَلَّةَ عِدَدِنَا، وَشِدَّةَ الْفِتَنِ بِنَا، وَتَظَاهِرَ الزَّمَانِ عَلَيْنَا اللّٰهُمَّ اِنَّا نَرْغِبُ اِلَيْكَ فِي دَوْلَةِ كَرِيْمَةٍ تَعِزُّ بِهَا اِلَّا سَلَامَ وَاَهْلِهِ وَتَذَلُّ بِهَا النَّفَاقَ وَاَهْلَهُ وَتَجْعَلُنَا فِيهَا مِنَ الدَّعَاةِ اِلَى طَاعَتِكَ وَالْقَادَةِ اِلَى سَبِيْلِكَ، وَتُرْزِقُنَا بِهَا كَرَامَةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ (۱)

”خدا یا! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اس با عظمت حکومت کا جس سے اسلام اور اہل اسلام کو عزت ملے اور نفاق اور اہل

نفاق کو ذلت نصیب ہو ہمیں اس حکومت میں اپنی اطاعت کا طرہ دار اور اپنے راستے کا قانڈینا دے اور اس کے ذریعہ ہمیں دنیا اور آخرت کی کرامت عنایت فرمادیا! ہم تجھ سے فریاد کرتے ہیں کہ نبی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، امام پردہ غیب میں ہیں دشمنوں کی کثرت ہے اور ہماری تعداد کی قلت ہے۔ فتنوں کا زور ہے اور زمانہ نے ہمارے خلاف اتحاد کر لیا ہے۔“

معقول انتظار

اس طرح انتظار کی دو قسمیں ہیں: بامقصد اور معقول انتظار دوسرے بے مقصد اور غیر معقول انتظار اس دوسرے انتظار کا مطلب نہایت سادگی کے ساتھ ظہور کی علامتوں کی طرف نکھیں لگا کر بیٹھ جانا ہے۔ ہم سمانی چنگھاڑ، زمین کا دھنس جانا، سفیانی خروج،

#### (۱) مفاتیح الجنان، دعائے افتتاح

دجال جیسی علامتوں کے منکر نہیں ہیں اور اس سلسلہ میں کتابوں میں کثرت کے ساتھ روایات موجود ہیں مگر اب تک صحیح علمی طریقے سے ان کے سلسلہ اسناد کی تحقیق و تفتیش نہیں ہو سکی ہے۔ اگرچہ میں ماضی میں بھی باقاعدہ طور سے ان میں سے بعض روایتوں کی صحت کا پرزور موافق رہا ہوں، لیکن ان بعض روایات کی پرزور تاکید کے باوجود اسی وقت سے میں مسئلہ انتظار سے متعلق ”خاموش تماشائی“ بنے رہنے کا بھی مخالف رہا ہوں، اور میرا خیال ہے کہ یہ طریقہ کار امت کو مسئلہ انتظار کے سلسلہ میں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے کنارہ کش اور انتظار کے صحیح مفہوم سے منحرف کر دے گا۔

اس کے برخلاف انتظار کی پہلی قسم یعنی ”بامقصد انتظار“ میں تحریک، امر بالمعروف و نہی عن المنکر خدا اور جہاد کی طرف دعوت سبھی شامل ہیں نیز یہی امام کے ظہور کی سب سے بڑی علامت اور سب سے بہترین ذریعہ ہے کیونکہ مسئلہ ظہور کا تعلق بھی تاریخ انسانیت پر حاکم الہی سنتوں سے ہے اور یہ سنتیں جد و جہد، تحریک عمل کے بغیر جاری نہیں رہ سکتیں۔ صحیح روایات میں مذکورہ علامتیں اجمالی انداز سے ذکر ہوئی ہیں اور میرا خیال ہے کہ ان کا کوئی خاص وقت معین نہیں کیا گیا ہے بلکہ جو لوگ ظہور کا وقت معین کرتے ہیں روایات میں ان کی تکذیب صراحت کے ساتھ کی گئی ہے۔ عبدالرحمن بن کثیر کا بیان ہے: جب امام جعفر صادق کے پاس مہزم نے ہم اس وقت پ کی خدمت میں تھے تو انہوں نے امام کی خدمت میں عرض کی: ذرا ہمیں اس امر کے بارے میں کچھ بتادیں جس کے ہم منتظر ہیں! کہ یہ کب سامنے آئے گا؟ تو پ نے فرمایا: ”یامہزم، کذب الوقتون و ہلک المستعجلون“ (۱)

#### (۱) الزام الناصب، ج/۱، ص/۲۶۰

”اس کا وقت معین کرنے والے اور اس سلسلہ میں جلد بازی سے کام لینے والے ہلاک ہو گئے۔“  
فضیل بن یسار نے امام محمد باقر سے سوال کیا: کیا اس امر کا کوئی وقت معین ہے؟ تو پ نے فرمایا: ”کذب الوقتون“ (۱) وقت معین کرنے والے جھوٹے ہیں۔  
تو کیا ان علامتوں سے ظہور امام کے وقت کا دقیق اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کا تعلق بھی ہمارے اعمال سے ہے، یہ صحیح ہے کہ زمین کا دھنس جانا یا سمانی چنگھاڑ ظہور کی علامت ہے لیکن ہمارے اعمال کی بنا پر ان میں عجلت یا تاخیر ہو سکتی ہے اور یہی فکر ظہور کی ضروری وضاحت اور تاویل میں شامل ہے اور یہی ”بامقصد انتظار“ ہے۔

## انتظار کا صحیح مفہوم

### مفہوم انتظار کی تصحیح

ہمارے زمانے میں ظہور امام کے بارے میں بحث و گفتگو کا بازار اتنا گرم ہے کہ جس کی مثال مجھے، ماضی قریب یا بعید میں کسی جگہ نظر نہیں آتی اس طرح مسئلہ ”انتظار“ اس دور کے اہم مسائل میں سر فہرست دکھائی دیتا ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ عوام الناس کے سامنے یہ مسئلہ صحیح انداز سے پیش نہیں کیا گیا ہے اسی لئے ہمارے جوان امام زمانہ کے ظہور اور اس کی علامتوں کو کتابوں کے اندر تلاش کرتے ہیں جب کہ میرے خیال میں یہ طریقہ کار صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا صحیح راستہ یہ ہے کہ ہم ظہور امام اور آپ کی عالمی حکومت کو اپنی سیاسی اور سماجی زندگی کے اندر تلاش کریں۔

ہے شک کتابوں کے اوراق میں ظہور امام کی اتنی علامتیں نہیں مل سکتی جتنی علامتیں

### (۱) الزام الناصب، ج/۱، ص/۲۶۰

ہمیں اپنی معاصر سیاسی اور تہذیبی صورتحال نیز ہماری بیداری و شعور، استقامت، وحدت کلمہ سیاسی انسجام و اتحاد، قربانیوں اور تحریکی سیاسی اور ذرائع ابلاغ میں مل سکتی ہیں۔ ہمارے جوانوں نے ظہور امام کی علامتوں کو تلاش کرنے کے لئے کتابوں کی ورق گردانی کا کر جو راستہ اختیار کیا ہے یہ بالکل منفی اور غلط انداز فکر ہے لہذا مثبت انداز سے انتظار کا صحیح مفہوم بیان کرنا اور لوگوں کو اس کے صحیح اور مثبت انداز سے آگاہ کرنا ہمارا فریضہ ہے۔

انتظار کے ان دونوں مفاہیم کا واضح فرق یہ ہے کہ انتظار کے بارے میں پہلا تصور انتظار کے سلسلہ میں انسان کے کردار کو منفی بنا دیتا ہے جب کہ دوسرا تصور انسان کے اندر ظہور امام سے متعلق مثبت، پر تحرک رخ پیدا کر کے اسے ہماری موجودہ سیاسی، انقلابی صورتحال اور مسائل و مشکلات سے جوڑ دیتا ہے۔ معمر بن خلاد نے امام ابو الحسن سے اس آیه کریمہ > *الْمُحْسِبِ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ* <(۱) کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے: کہ امام نے ارشاد فرمایا: ”یفتنون کما یفتن الذہب“ ”انہیں اسی طرح پرکھا جائے گا جیسے سونے کو پرکھا جاتا ہے“ پھر آپ نے فرمایا ”یخلصون کما یخلص الذہب“ (۲) ”انہیں اسی طرح خالص بنا دیا جائے گا جیسے سونے کو خالص بناتے ہیں“

منصور صیقل بیان کرتے ہیں کہ میں اور ہمارے مومن بھائی حارث بن مغیرہ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے اور امام جعفر صادق -ہماری باتیں سن رہے تھے تو آپ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا ”فی ای شیء أنتم ہا ہنا؟ ہیہات لا والله لا یكون ما

### (۱) عنکیوت / ۲۰۱

### (۲) الزام الناصب، ج/۱، ص/۲۶۱

تمدون الیہ أعینکم حتی تمیزوا“ تم یہ کیسی گفتگو کر رہے ہو؟ بہت بعید ہے خدا کی قسم جس چیز پر تمہاری نظریں لگی ہوئی ہیں یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک تم ایک دوسرے سے ممتاز نہ کر دئیے جاؤ۔ امام جعفر صادق نے منصور سے فرمایا: ”یامنصوران ہذا الأمر لا یأتیکم الا بعد ایاس، لا والله حتی تمیزوا، لا والله حتی یشقی من یشقی ویسعد من یسعد“ (۱)

”اے منصور، یہ امر مایوسی کے بعد ہی تمہارے سامنے آئے گا، خدا کی قسم جب تک ایک دوسرے سے ممتاز نہ کر دئیے جائیں، نہیں خدا کی قسم، بلکہ جسے شقی و بد بخت ہونا ہے وہ شقی و بد بخت اور جسے خوش قسمت ہونا ہے وہ خوش قسمت

اور سعادت مند نہ ہو جائے۔“  
اس طرح امام زمانہ کے ظہور کا تعلق کتابوں میں مذکور علامات سے کہیں زیادہ ہمارے عمل، باطن، امتحان، جدوجہد اور سعادت و شقاوت سے ہے اور اس بارے میں عمیق انداز سے غور و فکر کرنا اور اسے ثابت کرنا ہمارا فریضہ ہے۔

منتظر کون، ہم یا امام؟  
اس انداز فکر کے مطابق یہ مسئلہ بالکل برعکس ہے کہ ہم امام کے منتظر نہیں بلکہ امام ہماری جدوجہد، سعی و حرکت، استقامت اور جہاد کے منتظر ہیں!  
لہذا اگر امام کے ظہور کا تعلق ہماری سیاسی اور سماجی نقل و حرکت اور جدوجہد سے ہے تو پھر اس کو ہم ہی واقعیت میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

(۱) الکافی، ج/۱، ص/۳۷۰، ح/۳

یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیا جائے کہ ہمارے اندر یہ صلاحیت موجود ہے کہ ہم اپنے کردار و عمل، جدوجہد، وحدت کلمہ، انسجام و اتحاد، ایثار و قربانی اور امر بالمعروف کے ذریعہ امام کے ظہور کی راہ ہموار کر دیں۔ اور ہمارے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اسے ایک دوسرے کے سر ڈال کر میدان عمل سے غیر حاضر کر اپنی ذمہ داریوں سے فرار اختیار کر کے اس میں تاخیر کر دیں۔

انتظار کی قدر و قیمت  
در حقیقت یہ با مقصد اور مثبت انتظار ہی اُس عظیم قدر و قیمت کا حقدار ہے جس سے نصوص اور روایات نے نوازا ہے۔  
جیسا کہ رسول خدا سے منقول ہے: ”أفضل أعمال أمتي الانتظار“ ”میری امت کا سب سے بہترین عمل انتظار ہے۔“ (۱)  
آپ ہی سے یہ قول بھی منقول ہے: ”انتظار الفرج عبادة“ ”ظہور کا انتظار عبادت ہے۔“ یا آپ نے فرمایا: ”المنتظر لأمرنا كالمستحط بدمه“ (۲) ”ہمارے امر کا انتظار کرنے والا اپنے خون سے نہانے والے کی طرح ہے۔“  
مختصر یہ کہ روایات میں مذکور انتظار کی اس قدر و قیمت کا تعلق انتظار کے اس صحیح اور مثبت معنی و مفہوم سے ہے اور انتظار کے غلط اور منفی معنی ”معطل اور خاموش تماشائی بنے رہنے“ سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔

(۱) الزام الناصب، ج/۱، ص/۴۶۹  
(۲) اکمال الدین و تمام النعمة، ص/۶۴۵

حرکت اور انتظار کا رابطہ

حرکت اور انتظار کے درمیان تقابلی رابطہ  
حرکت اور انتظار کے ربط کے سلسلہ میں ہم پہلے گفتگو کر چکے ہیں اور انشاء اللہ اب ہم یہ بیان کر یں گے کہ انتظار کے ساتھ حرکت کا کیا ربط ہے؟

تحریکی عمل  
تحریکی عمل ایک تعمیری اور تخریبی مہم کا نام ہے اس لئے اسے مسلسل مزاحمت اور مشکلات اور پریشانیوں کے چیلنج کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگر یہ تحریک صرف تعمیری ہوتی اور تخریب سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوتا تو پھر اس کی راہ میں اتنی زحمتیں اور پریشانیاں نہ ہوتیں اصل یہ تخریبی کارروائی موجود ہ سیاسی نظام کے خلاف ہوتی ہے اور ہر سیاسی نظام سے کچھ افراد وابستہ ہوتے ہیں جو اس سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں اور وہی اس کا دفاع بھی کرتے ہیں۔ اور توحید کی طرف دعوت بھی بعینہ ایسی ہی تحریک تھی اسی بنا پر اس دعوت کے ساتھ ”جنگ و جہاد“ دونوں شامل ہیں جسے سا کہ خدا

وند عالم ارشاد ہے: (۱)

(۱) انفال/۳۹

اور یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ تحریک فتنوں کا خاتمہ کئے بغیر اور دنیا ئے شرک کے مفاد پرست اہل سیاست کے بچھائے ہوئے جال کو پارہ پارہ کئے بغیر لوگوں کے درمیان اپنا اثر و رسوخ قائم کر لے۔ اور یہ بھی طے ہے کہ جنگ و جہاد کے بغیر صرف زبانی تبلیغ سے ان فتنوں کا ازالہ ممکن نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ توحید کا پرچم سیاست اور سماج سے خالی کسی میدان میں نصب نہیں ہوگا، بلکہ اسے توشرک آلود مقامات پر لہرانا ہے لہذا جب تک شرک کا خاتمہ نہ ہو جائے اس وقت تک خدائی تبلیغ کا استحکام ممکن نہیں ہے۔

تحریکی عمل کا تاوان

اسی بنا پر مشرکانہ قیادت و رہبری توحیدی تحریک کی راہ میں ہر ممکن رکاوٹ کھڑی کر تی ہے اور خدا کی طرف دعوت دینے والوں کے راستے میں کبھی فتنہ و فساد کو ہوا دیتی ہیں تو کبھی بارودی سرنگیں بچھا کر ان کا راستہ روکنے کی کوشش کرتی ہیں لہذا توحید کی طرف دعوت دینے کا مطلب ان تمام فتنوں کا ازالہ، اور ان تمام رکاوٹوں کو ہٹا کر دنیا ئے شرک کے چیلنج کا جواب دینا ہے۔

ظاہر سی بات ہے کہ ان دونوں چیزوں (چیلنج اور مقابلہ) کی وجہ سے خدا کی طرف دعوت دینے والوں کو اپنی جان، مال اور اولاد ہر طرح کی قربانی پیش کرنا ہوتی ہے اور اس کے لئے انہیں جان توڑ کوشش کرنے کے علاوہ بے شمار نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تحریک ایک فریضہ

ان ہی اسباب کی بنا پر قرآن مجید نے تحریک اور جہاد و جہد پر بے حد زور دیا ہے اور خاص تاکید کی ہے اگر توحیدی تحریک میں اتنی زحمتوں اور مشقتوں کا سامنا نہ ہوتا تو پھر اس قدر تاکید کی کوئی ضرورت نہیں تھی جیسا کہ خدا وند عالم کا ارشاد ہے:

(۱)

> وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ < (۲)

> فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ < (۳)

(۴)

(۵)

(۶)

> وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ < (۷)

مسلمانو! تم ہلکے ہو یا بھاری گھر سے نکل پڑو اور راہ خدا میں اپنے اموال اور نفوس سے جہاد کرو۔ (۸)

> وَاقْتُلُوا حَيْثُ تَقْتُلُوهُمْ < اور مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو (۹)

> وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ < اور تم بھی ان سے راہ خدا میں جہاد کرو۔ (۱۰)

(۱) اور اللہ کی بارگاہ میں خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ بقرہ/۲۳۸

(۲) نیکیوں کا حکم دو برائیوں سے منع کرو۔ لقمان/۱۷

(۳) لہذا آپ کو جس طرح حکم دیا گیا ہے اسی طرح استقامت سے کام لیں یسود/۱۱۲

(۴) آپ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیں۔ نحل/۱۲۵

(۵) اس خدا کا نام لے کر پڑھو جس نے پے دا کے اے بے علق/۱

(۶) بے غمبر! کفار و منافقین سے جہاد کے جنے توبہ/۷۳

(۷) اور انہوں نے راہ خدا میں جہاد کے بقرہ/۲۱۸

(۸) توبہ/۴۱

(۹) بقرہ/۱۹۱  
(۱۰) بقرہ/۱۹۰

> وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً > اور تم لوگ ان کفار سے جہاد کرو یہاں تک کہ فتنہ کا وجود نہ رہ جائے۔ (۱)  
دو ٹوک اور صریح آیات کریمہ میں ایسے لب ولہجہ میں حرکت و تبدیلی کا حکم شرک کے مقامات پر توحید کا پرچم  
لہرانے اور دعوت توحید کی راہ سے رکاوٹیں ہٹانے کے لئے ہے۔

انسانی کمزوری

انسان اس قسم کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہے اور اپنے اندر ان تمام مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کرنے کی  
قوت و طاقت نہیں پایا کیونکہ توحید اور شرک  
کے درمیان لڑائی ہے حد خوں ریز اور شدید ہوتی ہے اس لئے عام انسان اس قسم کے محاذ پر تنہا اور مومنین کی تھوڑی  
سی تعداد کے ساتھ دشمن کے مقابلہ سے کتراتا ہے۔  
عموماً لوگ پہلو تہی میں ہی عاقبت محسوس کرتے ہیں مگر یہ کہ خداوند عالم اسے اس پہلو تہی اور فکر عاقبت سے محفوظ  
رکھے۔ خدا کی راہ میں اٹھ کھڑے ہونے والوں کی راہ میں یہ سب سے پہلی رکاوٹ آتی ہے اور پھر یہی کمزوری طاغوت  
اور اس کے ساتھیوں کے مقابلہ میں خوف اور بزدلی کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے یا اس سے جہد مسلسل کے بجائے تھکن  
کا احساس ہوتا ہے کبھی انہیں مقابلہ جاری رکھنے میں مایوسی کے آثار نظر آتے ہیں کبھی عاقبت اور راحت و آسائش کو  
ترجیح دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ منزل کو پا لینے والوں کے مقابلہ میں ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جو ہمت ہار کر  
راستہ میں ہی بیٹھے رہ گئے۔

(۱) انفال/۳۹

### انتظار کا صحیح مفہوم

تباہی سے محفوظ رہنے کے طریقے

اس مقام پر ان اسباب و عوامل کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ جن کے ذریعہ ہم اس پر نشیب و فراز راستے پر پھسلنے سے  
محفوظ رہ سکتے ہیں اور وہ ہمیں شیطان اور ہمارے نفس کی کمزوری سے بچا سکتے ہیں اگرچہ باعمل افراد کی زندگی  
میں محفوظ رکھنے اور بچانے والے اسباب و وسائل بے شمار ہیں لیکن اس مقام پر ہم ان میں سے صرف چار چیزوں کا  
تذکرہ کر رہے ہیں جنہیں قرآن مجید نے ذکر کیا ہے:

۱. صبر اور نماز سے استعانت

۲. ولأولاء (آپسی میل محبت اور اتحاد)

۳. تاریخی میراث

۴. انتظار

ذیل میں ان وسائل کی مختصر وضاحت پیش کی جا رہی ہے:

۱. صبر اور نماز سے استعانت

خداوند عالم کا ارشاد ہے: <وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ> ”صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو۔“ (۱)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے: > يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ < (۲) ”ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو بیشک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

(۱) بقرہ/۴۵

(۲) بقرہ/۱۵۳

جب رسول اکرم مشرکین کے ساتھ ایک خونریز جنگ میں مصروف جہاد تھے تو اس لڑائی کے درمیان خداوند عالم نے سورہ ہود کے ذریعہ رسول خدا کے دل کو تقویت عطا فرمائی اور ان کے سامنے توحید کے طولانی سفر کا قصہ بھی بیان کر دیا اور اس کے تذکرہ کے بعد خداوند عالم نے پیغمبر اکرم سے خطاب فرمایا: > فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَيَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَرُفُلًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذَبِّبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ < (۱)

”لہذا آپ کو جس طرح حکم دیا گیا ہے اسی طرح استقامت سے کام لیں اور وہ بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ توبہ کر لی ہے اور کوئی کسی طرح کی زیادتی نہ کرے کہ خداسب کے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے اور خیردار تم لوگ ظالموں کی طرف جھکاؤ اختیار نہ کرنا کہ جہنم کی آگ تمہیں چھولے گی اور خدا کے علاوہ کوئی تمہارا سرپرست نہ ہوگا اور تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی، اور پیغمبر آپ دن کے دونوں حصوں میں اور رات گئے نماز قائم کریں نیکیاں برائیوں کو ختم کر دینے والی ہیں اور یہ ذکر خدا کرنے والوں کے لئے ایک نصیحت ہے اور آپ صبر سے کام لیں کہ خدا نیک عمل کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے۔“

صبر، الہی سنتوں میں حتمی اور ثابت سنت ہے اور معرکہ الہی سنتوں کے مطابق سر ہوتے ہیں لہذا جو شخص کسی معرکہ میں فتح حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ان الہی سنتوں کی شناخت ان پر ثابت قدمی ضروری ہے اور سنت الہی کی راہ میں جوشواری، زحمت یا

(۱) ہود/۱۱۲، ۱۱۵

رکاوٹ آئے اس کا تحمل کرنا بھی ضروری ہے اور میدان جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے اور قوت و طاقت باسیاست اور پروپیگنڈے کے میدان میں اس کے برابر وسائل مہیا کرنا یہ سبھی چیزیں صبر کا حصہ ہیں۔ صبر کے یہ معنی برگز نہیں ہیں کہ انسان اپنے دشمن کو برداشت کرتا رہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدمی کے ساتھ ڈٹتا رہے اور اس کے مقابلہ میں پسپائی یا روگردانی اختیار نہ کرے بلکہ اس کا منہ توڑ جواب دے کر خود اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دے اور یہی صبر کے صحیح اور مثبت معنی ہیں۔ نماز یاد خدا اور ذکر الہی کی علامت ہے نماز کے ذریعہ خدا سے رابطہ مضبوط ہوتا ہے لہذا جنگ اور معرکہ آرائی کے درمیان ایک مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا اور کثرت کے ساتھ اس کا ذکر کرتے رہنا بیحد ضروری ہے نیز وہ خدا سے طاقت اور عزم و حوصلہ کی دعا بھی کرتے رہنا چاہئے اور اپنی رسی کو خدا کی رسی سے باندھ لے چنانچہ جب انسان میدان جنگ میں اپنی رسی کی گرہ خدا کی رسی میں لگالے (خدا سے وابستہ ہو کر خود کو اس کے حوالہ کر دے) تو پھر اسے نہ خوف ہوگا اور نہ اس کے اندر بزدلی پیدا ہوگی اور نہ وہ ناتوانی و کمزوری کا احساس کرے گا۔ اور نماز و صبر کے معنی یہی ہیں۔

۲ جولاء

تمام مسلمان ایک لڑی میں پروئے ہوئے دانوں کی طرح ہیں، ان میں ہر ایک سے دوسرے کا تعلق ہے اور اسلامی اخوت و محبت کے رشتہ نے انہیں ایک دوسرے سے ایسے جوڑ رکھا ہے جیسے بدن کے اعضاء ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ اخوت و محبت کا رشتہ ”ولاء“ سے تعلق رکھتا ہے جس طرح اللہ، اس کے رسول اور ائمہ کو تمام مسلمانوں پر ولایت

حاصل ہے کم و بیش ایسی ہی قرابت و ولایت مومنین کو ایک دوسرے کے سلسلہ میں حاصل ہے۔ یہی وہ قرابت و محبت ہے جس نے پوری امت مسلمہ کو ایک دھاگے میں پرو کر ایک دوسرے سے اس طرح جوڑ دیا ہے کہ وہ ایک منظم ہار کی طرح دکھائی دیتے ہیں اس کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں ارشاد موجود ہے: > وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (۱)“

”مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“ اس دوستی کے نتیجہ میں ان کے درمیان آپسی محبت، ایک دوسرے کی امداد، کفالت، تعاون، صلح و صفائی اور وعظ و نصیحت کی فضا ہمارا ہوتی ہے۔

اور جس قوم کے درمیان اتنے مضبوط اور مستحکم تعلقات استوار ہوئے ہوں وہ قوم جنگ کے میدان میں بالکل ٹھوس اور مضبوط ہوتی ہے اور اسی مقصد کے لئے خداوند عالم ان رشتوں کو اور مضبوط کر دیتا ہے یہاں تک کہ پوری امت کا اتحاد ایک خاندان کے اتحاد سے زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔

اور پھر جب اس امت کا مشن میدان میں رہ کر دشمنوں سے مقابلہ اور معرکہ آرائی ہے تو اس کے لئے اندر سے بے حد مضبوط اور مستحکم اور ٹھوس ہونا بھی ضروری ہے۔

اسی وقت وہ اپنے اوپر ہونے والے کمر شکن حملوں کا منہ توڑ جواب دے سکتی ہے اور یہ کام آپسی ولایت، اتحاد، اخود و محبت سے ہی ممکن ہے کہ ان سے تمام مسلمانوں کے ہاتھ

(۱) توبہ/۷۱

مضبوط ہوتے ہیں اور انہیں ایک دوسرے کی پشت پناہی حاصل رہتی ہے اس کے بغیر یہ قوم اس طولانی معرکہ آرائی میں کفر و نفاق کے سامنے بالکل نہیں ٹھہر سکتی ہے۔ متحد قوم اللہ تعالیٰ کی رسی سے وابستہ ہوتی ہے اور گویا کہ کفر کے مقابل یہ ایک آہنی چٹان، ایک وجود، ایک خاندان اور ایک ہی جماعت ہے: > وَعَانَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرُّوا (۱)“ اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ پیدا کرو۔“

اس آیہ کریمہ میں خداوند عالم نے پہلے تو ان لوگوں کو میدان جنگ میں خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کا حکم دیا ہے اور دوسرے یہ کہ حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم سب کے لئے ہے نہ کہ چند افراد کے لئے۔ کیونکہ جنگ کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اس میں طرفین میں سے ہر ایک اپنی پوری طاقت و قوت صرف کر دیتا ہے اور اس امت کی قوت و طاقت کا راز دو چیزیں ہیں: ”اللہ کی رسی سے مضبوط وابستگی“ اور ”اتحاد و اجتماع“

۳. تاریخی میراث

اس قوم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ میدان جنگ میں اپنے بزرگوں کی تاریخ کو بھی اپنے پیش نظر رکھے کیونکہ اپنی گذشتہ تاریخ اور اس کی مضبوط اور گہری بنیادوں کی معرفت سے راہ خدا کی طرف دعوت دینے والوں اور اس کے دین کے مبلغین کے اندر اپنے دشمنوں کے سامنے بیحد قوت و طاقت اور متانت و استحکام پیدا ہوتا ہے کیونکہ تاریخ کی اس عظیم تحریک کی جڑیں خشک یا ناقص نہیں ہیں بلکہ اس کی جڑیں تو جناب آدم سے جناب

(۱) آل عمران/۱۰۳

نوح و ابراہیم اور رسول خداتک ہر تاریخ کی گہرائیوں میں نظر آتی ہیں۔ اور جو تحریک اندر سے اتنی گہری اور تاریخی حیثیت کی حامل ہو اور اس نے مشرکین کی من مانی اور ان کے مکرو فریب کے مقابلہ میں برس با برس تک استقامت و پائیداری کا مظاہرہ کیا ہو وہی معرکہ آرائی میں ان کا مقابلہ کرنے کی حقدار ہے۔ بیشک وحدت پرست امت روئے زمین پر ایک ایسا درخت ہے جس کی جڑیں زمین میں ثابت و استوار اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔

> أَلَمْ تَرَى كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أَكْثَرًا كُلًّا حِينٍ بِأَذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ

الْأُمَّتَالِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ > (۱)

”کیاتم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح کلمہ طیبہ کی مثال شجرہ طیبہ سے بیان کی ہے جس کی اصل ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان تک پہنچی ہوئی ہے، یہ شجرہ پر زمانہ میں حکم خدا سے پہلے دیتا رہتا ہے اور خدا لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے کہ شاید اسی طرح ہوش میں آجائیں۔“

اسی طرح شرک بھی ایک متحدہ محاذ اور ایک ہی خاندان کی مانند ہے مگر یہ خاندان ایسا ناقص ہے جس کا ڈیل ڈول زمین کے اوپر تو دکھائی دیتا ہے مگر اس کی کوئی ٹھوس بنیاد نہیں ہے لہذا توحید خدا کی طرف دعوت دینے والی جماعت کے لئے یہ بے حد ضروری ہے کہ تاریخ کے اور اق میں جس نقطہ سے ان کا رشتہ جڑا ہوا ہے وہ اس کا گہرائی سے جائزہ لیں

(۱) ابراہیم/۲۴-۲۵

اور صادقین، صالحین، اہل رکوع و سجود، اہل ذکر اور مبلغین راہ خدا سے اپنے رابطہ کو مستحکم سے مستحکم تر بنائیں۔ اسی عظیم میراث کی بنا پر ہم امام حسین -کی خدمت میں سلام و تحیت کا نذرانہ پیش کرتے ہیں جو انہیں اپنے آباء و اجداد یعنی حضرت آدم، نوح، ابراہیم اور رسول خدا سے میراث میں ملی تھی اور اسی لئے ہم زیارت میں انہیں یہ کہہ کر سلام کرتے ہیں:

”السَّلَامُ عَلَیْکَ يَا وَارِثَ آدَمَ صَفْوَةَ اللَّيْلِ ۚ، السَّلَامُ عَلَیْکَ يَا وَارِثَ نُوحٍ نَبِیِّ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَیْکَ يَا وَارِثَ إِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ اللَّهِ“

”اے آدم صفی اللہ کے وارث آپ پر سلام ہو، اے نوح نبی اللہ کے وارث آپ پر ہمارا سلام ہو، اے خلیل خدا ابراہیم کے وارث آپ پر ہمارا سلام ہو۔“

لہذا معرکہ آرائی کے میدان میں یہ بے حد ضروری ہے کہ انسان ماضی کے ان گہرے رشتوں کو نظر میں رکھے اور ان کی طرف متوجہ رہے کیونکہ اس کے ذریعہ خطرناک سے خطرناک مقابلوں میں محفوظ رہ سکتا ہے اور ان سے اسے پشت پناہی بھی حاصل ہوتی ہے۔

۴۔ انتظار اور آرزو

انتظار انسان کو متحرک اور فعال بنانے کا چوتھا سبب ہے کیونکہ انتظار سے انسان کے دل میں امید و آرزو پیدا ہوتی ہے اور آرزو پیدا ہونے کی وجہ سے اسے استقامت اور متحرک رہنے کی قدرت و طاقت نصیب ہوتی ہے جس کی مثال ڈوبتے ہوئے انسان کے ذیل میں پہلے ہی گنر چکی ہے۔

”زمین صالحین کی میراث ہے“، ”یا امامت مستضعف مومنین کا حق ہے“ اور ”عاقبت متقین کے لئے ہے“ ان تمام باتوں پر ایمان کی وجہ سے نیک کردار اور صالح و متقی افراد کو

ایسی قوت و طاقت اور ایسی خود اعتمادی حاصل ہوتی ہے کہ ہر طرح کے معرکہ میں ان کے قدم جمے رہتے ہیں اور سخت سے سخت اور دشوار ترین حالات میں وہ ظالموں اور جابروں کو چیلنج کر سکتے ہیں اور یہی ایمان ان کو خطرناک مواقع پر پسپائی، ہزیمت اور احساس کمتری کا شکار نہیں ہونے دیتا۔

اسی لئے قرآن نے اس حقیقت پر زور دیا ہے: > وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ > (۱)

قرآن روئے زمین پر صالحین کی وراثت کے بارے میں اسی طرح پر زور انداز سے بیان کرتا ہے جس طرح اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے زبور میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے: > وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ

الصَّالِحُونَ > (۲) ”اور ہم نے ذکر کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے۔“ اس تاریخی حقیقت کی اہمیت کی بنا پر مومنین کے اذہان میں اسے راسخ کرنے کی ضرورت اور اسلامی عقلاء کی جانب سے بنیادی حقیقت حاصل ہونے کی وجہ سے خدا وند عالم نے اسے ذکر کے ساتھ ساتھ زبور میں بھی تحریری شکل میں محفوظ کر دیا ہے۔ دنیا کے کمزور اور دبے چلے لوگ خدا کے احکام پر عمل پیرا ہوں گے اور اس کی دعوت کے مطابق چلیں گے اور ایمان و عمل صالح کے جوہر سے آراستہ ہوں گے تو اس وقت اس خدائی فیصلہ کا آشکار ہونا حتمی و یقینی ہے۔

(۱) اعراف/ ۱۲۸

(۲) انبیاء/ ۱۰۵

خدا وندعالم کا ارشاد ہے: > وَتُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أُمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ < (۲) ”اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کر یں اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیں اور انہیں کورؤئے زمین کا اقتدار دیں۔“

یہ دونوں آیتیں اگرچہ جناب موسیٰ -، فرعون اور ہامان کے قصہ کے ذیل میں ذکر ہوئی ہیں لیکن کمزوروں کی امامت و رہبری کے بارے میں ارادہ الہیہ بالکل مطلق ہے اور اس کے لئے کسی قسم کی کوئی قید نہیں ہے ہاں! البتہ اگر کوئی قید ہے وہ تو صرف وہی ہے جس کی طرف خدا وندعالم نے مومنین کرام کو دعوت دی ہے یعنی ”ایمان“، ”عمل صالح“ یہی وجہ ہے کہ خدا وندعالم نے کمزور مومنین سے جو یہ وعدہ کیا ہے اس سے انہیں قوت و طاقت اور اعتماد ملتا ہے اور ان کے مشکل حالات و مصائب کو برداشت کرنے کی قوت تحمل اور استقامت کامادہ پیدا ہوجاتا ہے، اور انہیں وادی پر خار بھی گزار نظر آتی ہے اور وہ میدان جنگ میں بھی اپنے بمالیائی مظاہروں کی داد و تحسین حاصل کرتے ہیں اور اس دوران ان کا انداز بالکل ویسا ہی ہوتا ہے جیسے ایک ڈوبتے ہوئے آدمی کو بچانے والے نجات غریق کا انتظار رہتا ہے اسی لئے میدان جنگ میں لڑتے ہوئے مجاہدین کا جذبہ جہاد کچھ اور مہمیز ہوجاتا ہے اور عین لڑائی کے دوران بھی فرعون و ہامان کے مقابلہ میں خدا کے رسول جناب موسیٰ بن عمران - اپنی قوم بنی اسرائیل کے ساتھ قدم جمائے ہوئے نظر آتے ہیں یہ صرف وعدہ الہی اور انتظار فرج اور خدا وندعالم کی نصرت و مدد کے انتظار کا جوہر اور کرشمہ ہے۔

(۲) قصص/ ۶۰۵

ذرا سورہ اعراف کی ان آیتوں پر غور فرمائیں:

> قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (۱۲۸) قَالُوا أَوْدَيْنَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْنَا قَالَ عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ < (۱)

”موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے وارث بناتا ہے اور انجام کار بہر حال صاحبان تقویٰ کے لئے ہے، قوم نے کہا ہم تمہارے آنے سے پہلے بھی ستائے گئے اور تمہارے آنے کے بعد بھی ستائے گئے موسیٰ نے جواب دیا عنقریب تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین میں اس کا جانشین بنا دے گا اور پھر دیکھے گا کہ تمہارا طرز عمل کیسا ہوتا ہے۔“

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب موسیٰ - کی پوری کوشش یہ تھی کہ میدان جنگ میں دشمن سے روبرو ہونے کے بعد بنی اسرائیل کو خدا کی طرف سے پر امید اور وعدہ الہی پر اعتماد اور مشکلات سے نجات کا آرزو مند بنائے رکھیں اور ان کے دلوں میں اس عظیم خدائی فرمان کو راسخ کر دیں:

> قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ <

عجیب بات یہ ہے کہ جناب موسیٰ - نے وعدہ الہی کی بنیاد پر ”صبر“ اور ”انتظار“ کو ایک دوسرے سے مربوط قرار دیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

(۱) اعراف/ ۱۲۸-۱۲۹

> وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ < ”صبر سے کام لو، زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے وارث بناتا ہے۔“ جبکہ بنی اسرائیل کی یہ کوشش تھی کہ وہ اپنے نبی کے دھیان کو مستقبل کے انتظار کے بجائے یہ کہہ کر اپنی موجودہ تلخیوں کی طرف متوجہ کریں: ”قَالُوا أَوْدَيْنَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْنَا“ ”ہم تمہارے آنے سے پہلے بھی

ستائے گئے ہیں اور تمہارے آنے کے بعد بھی ستائے گئے۔ چنانچہ جناب موسیٰ نے ان کی طرف دوبارہ رخ کر کے انہیں اسی انداز سے باآواز بلند یہ اطمینان دلایا کہ وعدہ الہی کا انتظار کریں، اور حالات سازگار ہونے تک وہ صورتحال پر صبر کرتے رہیں: > قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ اَنْ يُبَلِّغَ عَذُوكُمْ وَيَسْتَخْلِفْكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ < موسیٰ نے جواب دیا: ” عنقریب تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین میں اس کا جانشین بنا دے گا اور پھر دیکھے گا کہ تمہارا طرز عمل کیسا ہوتا ہے۔“

اسی طرح خداوند عالم بھی یہی چاہتا ہے کہ یہ امت ”وراثت“ اور ”انتظار“ کی تہذیب سے آراستہ ہو جائے یعنی انبیاء و صالحین کی وراثت اور حالات کی سازگاری اور صالحین کے متعلق وعدہ الہی کا انتظار۔ توحیدی تحریک میں ایک جانب ”وراثت“ اور دوسری جانب ”انتظار“ ساتھ ساتھ چلتے ہیں بلکہ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ”وراثت“ و ”انتظار“ توحید کے دشوار گزار اور طولانی سفر میں دو اہم وسیلہ کی حیثیت رکھتے ہیں لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآن مجید کی ان دونوں تہذیبوں ”وراثت“ اور ”انتظار“ سے اپنے دامن تہذیب و تمدن کو آراستہ و پیراستہ کریں۔

منابع و مأخذ

بحار الانوار، علامہ مجلسی

اکمال الدین و تمام النعمۃ، شیخ صدوق

الزام الناصب

رسالۃ الجامعة الاسلامیہ شماره ۴۵،

صواعق محرقة، ابن حجر

اصول کافی، شیخ کلینی

کتاب مقدس، سفر مزامیر داؤد مز مور/۳۷

معجم احادیث امام مہدی، تالیف: ادارہ معارف اسلامی کی علمی کمیٹی: زیر نظر شیخ علی کورانی، ناشر: موسسہ معارف

اسلامی، طبع اول (۱۴۱۱ھ) قم

مسند احمد بن حنبل

مقدمہ ابن خلدون

منتخب الاثر، صافی گلپائے گانی

مفاتیح الجنان، شیخ عباس قمی

مستدرک صحیحین، حاکم نیشاپوری

عصر الظہور، علی کورانی

کنز العمال، علی متقی ہندی

نہج البلاغہ

ینابیع المودۃ، سلیمان بن ابراہیم قندوزی حنفی